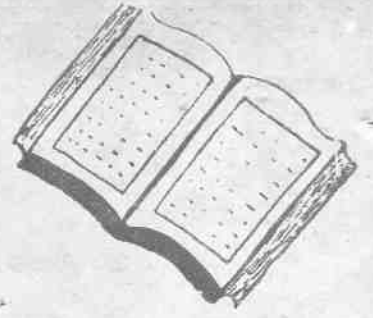


بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



جمال و حسن قرآن نور جان ہر مسلمان ہے  
قرب ہے چاند اور روک ہمارا چاند قرآن ہے



اپریل - مئی ۱۹۶۲ء



# الْمُقَان

تَحْقِيقُ النَّبِيِّينَ عِنْدَكَ

جناب مودودی صاحب کے تازہ رسالہ ”ختم نبوت“ کا جواب

ذوالقعدہ - ذوالحجہ ۱۳۸۱

(تخلیص)

ابوالعطاء جلالندھری

## شبیہ مبارک

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آپ ہی اس زمانہ میں قوموں کی زندگی اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آسمانی پیغام لانے والے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

قوم کے لوگو! ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب وادی ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار



## رسالہ «مباحثہ مصر»

## پر ایک اور تبصرہ

جناب ایڈیٹر صاحب (صدق جدید) مباحثہ مصر کے متعلق لکھتے ہیں:-

”عیسائیت کے رد میں ایک مدلل رسالہ - ساری بحث ان عنوانوں کے ماتحت ہے -

(۱) کیا یسوع مسیح کے سوا کوئی بے گناہ ہے؟

(۲) کیا یسوع مسیح حقیقتاً خدا ہے؟

(۳) کیا مسیح صلیب پر فوت ہوا؟

مسیحیت پر ان کی گرفتیں اہم اور بڑی

وزن دار ہیں اور جنہیں مسیحیوں سے

گفتگو کرنا ہوتی ہے ان کیلئے اس کا مطالعہ

مفید ہی ہو گا۔“ (صدق جدید لکھنو

۲۳ مارچ ۱۹۶۲ء) قیمت دس آنے

سننے کا پتہ مکتبہ الفرقان ربوہ

## خاتم کی معنی

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

۱ خاتم کے معنی مہر ہیں تصدیق کے لئے تکمیل اسر ہونے کی توثیق کے لئے

۲ جتنے نبی بھی آئے کہ آئندہ ہوں کبھی زینت بھی ہے، ثبوت بھی، مہر محمدی

۳ قرآن سے، حدیث سے، پھر عقل و نقل سے ثابت بوجہ احسن و اکمل کیا اسے

۴ اے بوالعطاء خدا سے ملے آپ کو ثمر توڑا ہے علمی ضرب سے سودودی کا حجر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تعلیمی تربیتی اور تہذیبی مجلس

# انتہا

شماره

۵۱۴

بیچنے والا  
مذہب عالم نظر

جلد

۱۲

## خاتم النبیین

مولانا مودودی کے تازہ رسالہ "ختم نبوت" کا مکمل جواب

<p>اعزازی ادارین اذکارہم          ۱۔ قاضی محمد نذیر صاحب لاہور - ربوہ          ۲۔ صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب - " "          ۳۔ مولانا محمد سلیم صاحب فاضل - دہلی          ۴۔ شیخ مبارک احمد صاحب - " "          ۵۔ مولوی غلام باری صاحب بیف - ربوہ          ۶۔ میاں عطاء اللہ صاحب شاہد - " "</p>	<p>الذی اشر          ابو العطاء          جالندھری</p>	<p>بدل اشتراک          پاکستان و بھارت - ۱۔ چھ روپے          دیگر ممالک - ۲۔ ۱۳ شلنگ          اس خاص پرچہ کا قیمت - سواروپیا          چندہ پیشگی بذریعہ منی آرڈر بھیجیے!</p>
---	---	--

پتہ: مولانا مودودی کے جواب "ختم نبوت" کا مکمل جواب

القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین

الفہرست

۱	۱- بیباچہ - چند ابتدائی ضروری باتیں
۸	۲- فصل اول - جماعت احمدیہ اور عقیدہ ختم نبوت (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے تین اقتباسات)
۱۳	۳- فصل دوم - آیت خاتم النبیین کا سیاق و سباق
۱۹	۴- فصل سوم - قرآن مجید کی دوسری آیات کے رو سے خاتم النبیین کی تفسیر
۳۱	۵- فصل چہارم - احادیث نبوی کی روشنی میں خاتم النبیین کا مفہوم
۵۳	۶- فصل پنجم - صحابہ کا اجماع اور مسیلہ کذاب کا دعویٰ نبوت
۶۳	۷- فصل ششم - خاتم النبیین کا صحیح مفہوم اور علماء و صلحاء امت کے بیانات
۸۲	۸- فصل ہفتم - لغت کے رو سے خاتم النبیین کے معنی
۹۱	۹- فصل ہشتم - نزول مسیح کے متعلق احادیث و عقیدہ ختم نبوت (تخریج دجال کے بارے میں مودودی صاحب کی اذکھی تاویل)
۱۰۴	۱۰- فصل نہم - کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی؟
۱۱۲	۱۱- فصل دہم - جناب مودودی صاحب کے امور متفرقہ پر ایک نظر
۱۱۵	۱۲- خاتمہ - مسئلہ فلسطین کا حل، دجال کا استیصال اور غلبہ اسلام کا ایمان پرور اعلان
	۱۳- پادری عبدالحق صاحب کا مزید مشرر

ڈاکٹر ایف بی بی

اعتراف اور شکریت

اس مقالہ کی تدوین میں میں نے حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مدظلہ العالی کی مفید کتاب "ختم نبوت کی حقیقت" سے استفادہ کیا ہے۔ الفرقان کے خاتم النبیین نمبر (دسمبر ۱۹۶۱ء) کے عام مضامین کے علاوہ برادر مرحوم جناب ملک عبدالرحمن صاحب خادم نعمت انجمن کے شائع شدہ مضمون سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ تیز برادر مرحوم جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائپزوی کی شاندار کتاب "شان خاتم النبیین" نیز ان کے مسودہ جات اور مشوروں سے بھی مجھے کافی فائدہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جنتائے نیر بخشے۔ آمین

فاکس آر ابو العطاء جالندھری (۲۲ اپریل ۱۹۶۲ء)

(طاہرہ ناشر:- ابو العطاء جالندھری، مطبع:- حیات الاسلام پریس، ربوہ، مقام اشاعت دفتر الفرقان ربوہ)

# خاتم النبیین کے حقیقی معنی اور صحیح تفسیر

مولانا مودودی کے تازہ رسالہ "ختم نبوت" کا مکمل جواب

## دریچہ

### چند ابتدائی ضروری باتیں!

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ یہ امر قرآن مجید کی صریح نص میں مذکور ہے۔

خاتمت محمدیہ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے والوں کے دو مختلف نظریے ہیں۔ (۱) پہلا نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمت نے دیگر انبیاء کے فیوض کو بند کر کے فیضان محمدی کا وسیع دروازہ کھول دیا ہے۔ آپ کی امت کے لئے آپ کی پیروی کے طفیل وہ تمام انعامات ممکن الحصول ہیں جو پہلے منحصر علیہم لوگوں کو ملتے تھے۔

(۲) دوسرا نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمت فیضان محمدی کے بند ہونے کے مترادف ہے۔ آپ کی امت ان تمام اعلیٰ انعامات سے محروم ہو گئی ہے جو نبی اسرائیل یا پہلی امتوں کو ملتے تھے۔

متکرمین فیضان محمدی کے دو گروہ | آساد و سر سے نظریے کے تابعین

(۱) خاتم النبیین کے متعلق دو نظریے نے

ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب جہانوں، سب زمانوں اور ساری قوموں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ کو وہ مقام بخشا جو انسانیت کا انتہائی نقطہ اور نبوت کا آخری کمال ہے۔ انبیاء انسانوں میں بہترین وجود ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں میں سے سب سے بہتر، افضل اور اکمل فرد ہیں۔ آپ کے اس مقام کو قرآن مجید میں لفظ خاتم النبیین سے بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کو کلام الہی ماننے والے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔ اس مقدس کلمہ اور اعلیٰ ترین لقب کی تفسیر و تشریح میں اختلاف ہو سکتا ہے مگر اس باب سے قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سرور کونین حضرت

ہے وہاں ان کے ”مسلوب النبوة“ ہو کر آنے کے نظریہ کو اُمت کے اکابر و علماء و سراسر غلط ٹھہرا رہے ہیں۔  
 حضرت مودودیؒ نے کہ مودودیؒ نے حضرت مسیحؑ کی معیاری شخصیت کے جو رسوؤں کا الحاق یعنی اسرائیل (آل عمران: ۴۹) کے مصداق ہیں حضرت مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے کے قائل ہیں مگر اُمت محمدیہ میں سے کسی معیاری شخصیت کے آنے کے قائل نہیں۔ جناب شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:-

”مودودی صاحب تو رسول خدا کے بعد کسی بھی انسان کو معیارِ حق ماننے کے لئے تیار نہیں لیکن کتاب و سنت کو فیصلہ یہ ہے کہ رسول خدا کے بعد قیامت تک معیاری شخصیتیں آتی رہیں گی۔“ (رسالہ مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت)

(۳) علامہ اقبال کی طرف سے  
 احمدیہ نظریہ کی معقولیت کا اعتراف اور

دوسرے جدید تعلیم یافتہ لوگ حضرت مسیحؑ کی جسمانی آمد کے خیال کو مجوسیت کا نظریہ ٹھہراتے ہیں اور مودودی صاحب احادیث کی بناء پر مسیحؑ کے جسمانی طرد پر کماؤں سے اُترنے کے قائل ہیں۔ یہ وہ متفاد نظریے ہیں جو افراط و تفریط کی دو متقابل راہیں۔ ظاہر ہے کہ جب تک پہلے از روئے قرآن مجید حضرت مسیحؑ کا آسمان پر

کے پھر ڈوگر وہ ہیں۔ اول جو کہتے ہیں کہ آنحضرت مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کے بعد جس روحانی اصلاح کی ضرورت پیش آنے والی ہے اس کے لئے حضرت مسیحؑ نامری علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمانوں سے نزول فرمائیں گے دوم جن کا عقیدہ ہے کہ مسیحؑ و ہدی کی آمد کا خیال غیر اسلامی ہے اور یہ مجوسیت سے اسلام میں آیا ہے۔ نہ مسیحؑ آسمانوں پر زندہ ہیں اور نہ وہ آئیں گے۔ یہ بعض خیال خام ہے۔

یہ دوسرا گروہ علامہ اقبال اور ان کے ہنرِ تعلیم یافتہ لوگوں کا ہے۔ منکرین فیضانِ محمدی میں سے پہلا گروہ جناب مودودی صاحب اور ان کے ساتھیوں کا ہے۔ جماعت احمدیہ اور بہت سے علماء محققین کا اعتقاد یہ ہے کہ آنحضرت مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہمیشہ جاری ہے اور آپؐ کی اُمت کے لئے بجز انعاماتِ الہیہ کا حاصل کرنا ممکن ہے۔

جناب مودودی صاحب منکرین فیضانِ محمدی کے جس مکتب فکر کی نمائندگی کے مدعی ہیں۔ ان میں سے جمہور محققین کو ان سے سخت اختلاف ہے۔ مودودی صاحب نے حال میں (مارچ ۱۹۶۱ء میں) جو رسالہ ”ختم نبوت“ کے عنوان سے شائع کیا اس میں آپؐ نے حضرت مسیحؑ نامری علیہ السلام کو جسمانی طور پر زندہ ماننے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہی آخری زمانہ میں جسمانی طور پر نزول فرمائیں گے مگر وہ اپنی اس بعثت میں نبی نہ ہوں گے۔ مسیحؑ ابن مریمؑ کی جسمانی آمد کے عقیدہ سے جہاں تعلیم یافتہ مسلمانوں کو تعجب ہو رہا

قارئین گرام غور فرمائیں کہ اس صورت میں جناب مودودی صاحب کا اپنے مزعمودعوئی پر اصرار کہ حضرت مسیح ضرور جسم سمیت آسمان سے اتریں گے اس طرح درست اور معقول قرار دیا جاسکتا ہے؟

علامہ اقبال نے احمدیت کی مخالفت کرتے ہوئے بھی اعتراف کیا ہے کہ۔

”جہاں تک میں نے اس تحریک کے منشاء کو سمجھا ہے احمدیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح کی موت ایک عام فسانی انسان کی موت تھی اور حجت مسیح گویا ایسے شخص کی آمد ہے جو روحانی حیثیت سے اس کا مشابہ ہے۔ اس خیال سے اس تحریک پر ایک طرح کا عقلی رنگ پڑھ جاتا ہے۔“

(رسالہ علامہ اقبال کا پیغام ملت اسلامیہ کے نام ص ۲۱-۲۳)

گویا علامہ اقبال بھی امیر مسیح کے متعلق جماعت احمدیہ کے نظریہ کو معقول قرار دیتے ہیں۔ پس مودودی صاحب کو اگر حضرت مسیح کے جسمانی نزول پر اصرار ہو تو انہیں پہلے حضرت مسیح کی جسمانی آسمانی زندگی اذروائے قرآن مجید ثابت کرنی چاہیے جو محال ہے۔

(۴) آنے والا مسیح بہال نبی ہے

دوسری صریح غلطی یہ کہ ہے کہ وہ مسیح کی آمد ثانی پر اسے مسلوب النبوة قرار دیتے ہیں حالانکہ یہی کبھی بھی

جانا اور زندہ ہونا ثابت نہ کیا جائے تب تک ان کے جسمانی نزول کا سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ قرآن مجید سے ان کی وفات ثابت ہے۔ اگر ایسی کوئی حدیث ہو جس میں مسیح کے اترنے کا ذکر آئے تو تصویب قرآن مجید کے مقابلہ پر ہونے کی وجہ سے اس کی تاویل کرنی پڑے گی۔ ابھی کل کی بات ہے کہ شیخ الازہر مفتی الدیار المصریہ جناب علامہ محمود شلتوت نے کھلے طور پر فتویٰ دے دیا ہے کہ قرآن مجید سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ (کتاب الفتاویٰ مطبوعہ دسمبر ۱۹۵۹ء ص ۵۲-۵۳)

ان سے پہلے شیخ الازہر الاستاذ المرحوم

بھی فرما چکے ہیں۔

”الظاہر منہ انه توفکا و

اماتہ ثم رفعہ والظاہر من

الرفع بعد الوفاة انه رجع

درجات عند الله كما قال في

ادنیٰ علیہ السلام ورفعتنا

مکانا علیاً“ (کتاب الفتاویٰ

مطبوعہ مصر ۱۹۵۷ء)

کہ آیت سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو وفات دے کر پھر رفع فرمایا ہے اور وفات کے بعد رفع سے یہی مراد ہے کہ اللہ کے نزدیک ان کے درجات بلند ہوئے جیسا کہ حضرت ادریس کے متعلق آیت ورفعتنا مکانا علیاً میں مراد ہے۔

منصب نبوت سے معزول نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کا مسلم عقیدہ ہے۔

وان الانبیاء لقی امان

عن العصیان عدلاً واعتزال

عہدہ نبوت کے لئے حکومتوں کے پریزیڈنٹوں کی طرح پانچ یا دس سال کی مدت مقرر نہیں ہوتی جس کے بعد نبی

”سابقہ صدر“ کی اصطلاح کے مطابق ”سابقہ نبی“ کہلانے

لگ جائے۔ نبی ہمیشہ نبی ہوتا ہے اور ہر جگہ نبی

ہوتا ہے۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں وجعلنی نبیاً

وجعلنی مبارکاً ایما كنت وادصافی

بالصلوة والزکوٰۃ مادمت حیاً (مریمؑ)

کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا اور بابرکت بنایا خواہ میں

کسی جگہ ہوں اور جب تک میں زندہ رہوں مجھے اس

نے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی وصیت کی ہے۔

آنے والے مسیح کو النواص بن سمان کی روایت

ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر مرتبہ نبی اللہ

قرار دیا ہے (صحیح مسلم) لو اب صدیق حسن خان صاحب

آف بھوپال لکھتے ہیں۔

”من قال بسلب نبوتہ

فقد كفر حقاً كما صرح

به السيوطي فانه نبي

لا يذهب عنه وصف

النبوة في حياته ولا

بعد وفاته۔

کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت

مسیح نبوت سے علیحدہ ہو کر آئیں گے

وہ کھلا کافر ہے جیسا کہ امام سیوطی

نے تصریح کی ہے۔ حضرت مسیح بہ حال

نبی ہیں۔ وصف نبوت ان سے نہ زندگی

میں الگ ہو سکتا ہے اور نہ ان کی

وفات کے بعد۔“ (حجج الکواہر ص ۱۲۲)

اس موضوع پر تفصیلی بحث الگ صفحات میں بھی درج

ہوگی مگر یہ تو حیاں ہے کہ مودودی صاحب اپنے خیالات

میں جہاں قرآن و سنت کے خلاف جمل رہے ہیں وہاں وہ

سلف صالحین کے اصولی نظریات کی مخالفت کرنے سے

بھی نہیں چوکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کے

ایسے ہی غلط نظریات کا تفصیلی تجزیہ کرنے کے بعد

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد دینی کو لکھنا پڑا تھا کہ۔

”مودودی صاحب کا کتب و سنت

کا بار بار ذکر فرمانا محض ڈھونگ

ہے وہ نہ کتاب کو مانتے ہیں اور

نہ وہ سنت کو مانتے ہیں بلکہ وہ

خلاف سلف صالحین ایک نیا مذہب

بنارہے ہیں امد اسی پر لوگوں کو ہلکا کر

دو زخ میں دھکیلنا چاہتے ہیں“

(کتاب مودودی دستور ص ۱۱۱)

(۵) عجیب بہت اور مودودی صاحب

کے لئے لکھ کر مگر یہ!

اپنے رسالہ

کے آخر میں

لکھتے ہیں۔



کو خاص طور پر نمایاں کر دیا ہے۔ اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ یہودی قوم کو بھی ایک مسیح کی خبر دی گئی تھی یہود نے اس کے ہائے میں کچھ توقعات قائم کر لیں مگر حضرت مسیح کا ظہور یہودی کی توقعات کے خلاف ہوا۔ جس پر بقول مودودی صاحب ”یہودیوں نے ان کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے۔“ اس عرض کرتا ہوں کہ مسلمان علماء بھی آئے والے مسیح موعود کے متعلق کچھ توقعات رکھتے تھے لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان علماء کی توقعات کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہو کر آئے تو ان علماء نے آپ کی مسیحیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے جس پر مودودی صاحب کا ذرا نظر تازہ در سالہ زندہ گواہ ہے۔ جناب مودودی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر بھی غور کرنا چاہیے۔ فرمایا:-

ليأتين على امتي كما أتى  
على بني اسرائيل حذو  
النعل بالنعل حتى ان كان  
منهم من أتى امه علانية  
لكان في امتي من يصنع  
ذلك. (مشکوٰۃ الصابغ منک)

ترجمہ۔ میری امت پر وہ تمام حالات آئیں گے جو  
بني اسرائيل پر آچکے ہیں۔ اسی طرح جس طرح ایک  
جوئی دوسری جوئی کے مشابہ ہوتی ہے یہاں تک

”حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل پے پے تزلزل کی حالت میں مبتلا ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ آخر کار بابل اور اسیریا کی سلطنتوں نے ان کو غلام بنا کر زمین میں تتر بتر کر دیا تو انہیں بنی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینی شروع کی کہ خدا کی طرف سے ایک مسیح آئے والا ہے جو ان کو اس ذلت سے نجات دلائے گا۔

ان پیشگوئیوں کی بنا پر یہودی ایک ایسے مسیح کی آمد کے متوقع تھے جو بادشاہ ہوا، لڑاکا ملک فتح کرے۔

بنی اسرائیل کو ملک ملک سے لاکر فلسطین میں جمع کر دے اور ان کی ایک ذبرد سلطنت قائم کر دے لیکن ان کی ان توقعات کے خلاف جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام خدا کی طرف سے مسیح ہو کر آئے تو یہودیوں نے ان کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے۔“

(رسالہ ختم نبوت ص ۵۸-۵۹)

ہم نے مودودی صاحب کی عبارت کے آخری حصہ

کے مندرجہ بالا اقتباس کو مد نظر رکھ کر مودودی صاحب  
اور ان کے رفقاء کے لئے لمحہ فکریہ پیدا نہیں ہوتا؟  
المریان للذین آمنوا ان تخشع  
قلوبہم لذكر الله ۛ

کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے بدکاری  
کی ہوگی تو میری اُمت میں بھی ایسا کرے گا  
بدبخت ہوں گے۔  
کیا مسلمانوں کے حالات اور اپنے بیان

## فصل اول

### جماعت احمدیہ اور عقیدہ ختم نبوت

#### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے تیس اقتباسات

کے لئے اب کوئی رسول اور  
نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔  
سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس  
جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور  
اس کے خیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت  
درو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔  
(کشتی نوح ص ۲۳)

اس بنیادی ہدایت کی روشنی میں جماعت احمدیہ  
قرآن مجید پر نہایت محکم ایمان رکھتی ہے۔ قرآن مجید میں  
اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین  
قرار دیا ہے اسلئے ہر احمدی اس پر ایمان رکھتا ہے۔  
احمدیوں کو منکر ختم نبوت قرار دینا گویا انہیں احمدیت سے

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے احمدیوں کو  
خطاب کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:-

”تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے  
کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ  
کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ  
قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان  
پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک  
حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو  
مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر  
مقدم رکھا جائے گا۔ جو انسان  
کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب  
نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدمیوں

خاتم النبیین محمد والہ و  
اصحابہ و بارئ و دستور  
(برائین احمدیہ مکتبہ مطبوعہ ۱۹۸۰ء)

(۲) ”ہمارا اعتقاد جو ہم نبوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق بارئ کا تعالیٰ اس عالم گزراں سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھوں سے کمال دین ہو چکا۔ اور وہ نعمت بہ مرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو آنتسار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔“ (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۳ مطبوعہ ۱۹۸۹ء)

(۳) ”میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں۔“ (تقریراً جب لالاعلان مطبوعہ ۱۹۸۹ء)

(۴) ”اور ہمارا اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) تمام رسولوں سے بہتر اور سب رسولوں سے افضل اور خاتم النبیین ہیں اور افضل ہیں ہر ایسے انسان سے جو آئندہ آئے یا جو گزر چکا ہو۔“ (آئینہ کمال اللہ اسلام ۳۲۵ مطبوعہ ۱۹۹۱ء)

خارج قرار دیا ہے جو سراسر غلط اور غیر صحیح ہے بھرت ہے کہ علماء محض عداوت کی وجہ سے یہ غیر معقول پوزیشن اختیار کئے ہوئے ہیں۔

اب ہم ذیل میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریرات سے تیسرا اقتباس درج کرتے ہیں۔ یہ تحریر آپ کی ابتدائی کتاب برائین احمدیہ سے لے کر آپ کے آخری مکتوب مطبوعہ اخبار عام لاہور مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۵ء تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۵ء ہی آپ کی تاریخ وفات ہے۔ ان اقتباسات سے ہر شخص کو معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احمدی کس محبت، کس خلوص، کس عقیدت اور کس یقین و وثوق سے سید ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ ان تحریرات کی روشنی میں ہر پڑھنے والا اندازہ لگا سکتا ہے کہ غیر احمدی علماء احمدیوں کو ”منکرین ختم نبوت“ قرار دینے میں سراسر بے انصافی اور ظلم کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ اقتباسات سب ذیل ہیں:-

(۱) ”سبحان اللہ سبحان اللہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کس شان کے نبی ہیں۔ اللہ اللہ کیا عظیم الشان نور ہے جس کے ناچیز خادم جس کی ادنیٰ سے ادنیٰ امت، جس کے احقر سے احقر چاکر مراتب مذکورہ بالا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللہم صل علی نبیک وحبیبک سید الانبیاء و افضل الرسل و

تمام فرشتوں اور رُسنے کے بعد زندہ کئے جانے پر اور میں ایمان رکھتا ہوں اس پر کہ ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے افضل اور خاتم الانبیاء ہیں۔“

(تہذیب البشری ص ۱۸۹۲ مطبوعہ ۱۹۶۲ء)

(۹) ”درود و سلام تمام رسولوں سے بہتر اور تمام

برگزیدوں سے افضل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ

خاتم الانبیاء اور شفیع المذنبین اور تمام

اولین و آخرین کے سرور ہیں اور آپ

کی آل پر کہ طاہر و مطہر ہیں اور آپ کے اصحاب

پر کہ حق کا نشان اور اللہ کی رحمت ہیں اہل جہان

کے لئے۔“ (انجام آتم ص ۲۷ مطبوعہ ۱۹۶۲ء)

(۱۰) ”اگر دل سخت نہیں ہو گئے تو اس قدر دیری کیوں

ہے کہ خواہ نخواستہ ایسے شخص کو کافر بنایا جاتا ہے

جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنی

کی رو سے خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور

قرآن کو خاتم الکتب تسلیم کرتا ہے تمام نبیوں

پر ایمان لاتا ہے اور اہل قبلہ ہے اور شریعت

کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے۔“

(سراج منیر ص ۱۸۹۲ مطبوعہ ۱۹۶۲ء)

(۱۱) ”ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں

ہیں۔ اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام

عقائد اہلسنت کے قائل ہیں۔“ (کتاب البرطیہ ص ۱۸۹۲)

(۵) ”تمام تعریفیں خدا کے لئے ثابت ہیں جو تمام

عالموں کا پروردگار ہے۔ اور درود و سلام

اس کے نبیوں کے سرور پر جو اس کے دہتوں

میں سے برگزیدہ اور اس کی مخلوقات اور

ہر ایک پیدائش میں سے پسندیدہ اور

خاتم الانبیاء اور فخر الاولیاء ہے۔

ہمارا سید، ہمارا امام، ہمارا نبی محمد مصطفیٰ

جو زمین کے باشندوں کے دل روشن کرنے

کے لئے خدا کا آفتاب ہے۔“

(نور الحق ص ۱۸۹۲ مطبوعہ ۱۹۶۲ء)

(۶) ”وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام

الاصفیاء خاتم المرسلین، فخر النبیین جناب

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسے پیارے

خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود

بھیج جو ابتدائے دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا

ہو۔“ (تمام الحجۃ ص ۲۷ مطبوعہ ۱۹۶۲ء)

(۷) ”مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پر میرا عقیدہ ہے اور و لکن رسول اللہ

و خاتم النبیین پر آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔“

(کلمات الصادقین ص ۲۵ مطبوعہ ۱۹۶۲ء)

(۸) ”مجھ کو خدا کی عزت و جلال کی قسم کہ

میں مسلمان ہوں اور ایمان رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ

پر اہداس کی کتابوں پر اور تمام رسولوں اور

(۱۲) ”قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین رکھ کر اور

حدیث میں خود آنحضرتؐ نے لاتبی بعدی

فرما کر اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا کہ کوئی نبی نبوت

کے حقیقی معنوں کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد نہیں آسکتا“ (کتاب البریہ حاشیہ ص ۱۸۵)

(۱۳) ”قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء میں ہیں مگر ہمارے

مخالف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم الانبیاء

ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں

آنے والے مسیح کو نبی اللہ کے نام سے

یاد کیا گیا ہے وہاں حقیقی نبوت مراد ہے۔ اب

ظاہر ہے کہ جب وہ اپنی نبوت کے ساتھ دنیا

میں آئے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر

خاتم الانبیاء ٹھہر سکتے ہیں؟“

(۱۴) ”ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ

خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے

رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔“

(ایام الصلح ص ۸۶-۸۷ بحریہ ص ۱۸۹)

(۱۵) قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء

ٹھہرایا گیا“ (اربعین نمبر ۲ ص ۲۳ مطبوعہ سنہ ۱۹۶۱ء)

(۱۶) ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان

رکھتے ہیں جو فرمایا ”ولکن رسول اللہ

وخاتم النبیین“ (ایک غلطی کا ازالہ

مطبوعہ سنہ ۱۹۶۱ء)

(۱۷) ”عقیدے کی رو سے جو خاتم سے چاہتا ہے

وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور عمل صلی اللہ علیہ وسلم

اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور

سب سے بڑھ کر ہے“ (کشتی نوح ص ۱۹۰ مطبوعہ سنہ ۱۹۶۱ء)

(۱۸) ”ایک وہ زمانہ تھا کہ انجیل کے داعط باناؤں

اور کلیوں اور کوچوں میں نہایت دیدہ دم نما

اور سرا سرا خزاں سے ہمارے سید و سولے

خاتم الانبیاء اور افضل الرسل والاصفیاء

اور سید المعصومین والا تقیاء حضرت محبوب

جناب احدیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی نسبت یہ قابل شرم جھوٹ بولا کرتے تھے کہ

جناب سے کوئی پیش گوئی یا معجزہ ظہور میں نہیں

آیا۔ اور اب یہ زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے علامہ

ان ہزار با معجزات کے جو ہمارے سرور و مولے

شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف

اور احادیث میں اس کثرت سے مذکور ہیں جو

اعلیٰ درجہ کے تو اتریں میں نمازہ بتازہ صدہا

نشان ایسے ظاہر فرمائے ہیں کہ کسی مخالف

اور منکر کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔“

(ترباق القلوب ص ۵ بحریہ سنہ ۱۹۶۱ء)

(۱۹) ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء

ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد

براہ راست نبیوں نبوت منقطع ہو گئے اور

وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سید و مولیٰ ختمی پنا  
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیوی کی  
اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے۔“

(لیکچر لاہور مطبوعہ ۱۹۵۲ء ص ۳۱)

(۲۳) ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں  
اور قرآن شریف خاتم الکتب“

(پیغام امام مسلمان لیچر ۱۹۵۵ء)

(۲۴) ”مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا

ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین

نہیں مانتے یہ ہم پر افتراء عظیم ہے۔ ہم جس قوت

یقین و معرفت اور بصیرت کے ساتھ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم

الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں

اُس کا لاکھواں حصہ بھی وہ لوگ نہیں

مانتے۔“ (الحکم ۴ مارچ ۱۹۵۶ء)

(۲۵) ”اب نجر محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔

شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت

کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے آتی ہو۔“

(تجلیات الہیہ ص ۲۶ مطبوعہ ۱۹۵۶ء)

(۲۶) ”ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین

ہیں۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۱۴ مطبوعہ ۱۹۵۶ء)

(۲۷) ”وات نبینا خاتم الانبیاء ولا

نبی بعدہ الا الذی ینور بنورہ

ویکون ظہورہ ظل ظہورہ“

(الاستفتاء ص ۲۲ ۱۹۵۶ء)

اب کمال نبوت صرف اسی شخص کو ملے گا جو اپنے

اعمال پر اتباع نبوی کی پھر رکھتا ہوگا اور

اس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا

اور آپ کا وارث ہوگا۔“ (ریویو بر مباحثہ

بٹالوی و چکوالی ص ۱۱ مطبوعہ ۱۹۵۶ء)

(۲۰) ”صرف اُس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکام

شریعت جدیدہ ساتھ رکھتی ہو یا ایسا دعویٰ

ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے

الگ ہو کر دعویٰ کیا جائے لیکن ایسا شخص جو

ایک طرف اس کو خدا تعالیٰ اس کی وحی میں آتی

بھی قرار دیتا ہے پھر دوسری طرف اس کا نام

نبی بھی رکھتا ہے، یہ دعویٰ قرآن شریف کے

احکام کے مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ نبوت بابت

آتی ہونے کے دراصل آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی نبوت کا ایک نیا نیا ہے، کوئی

مستقل نبوت نہیں۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ

حصہ پنجم ص ۱۴۷-۱۴۸)

(۲۱) ”ہم مسلمان ہیں، ایمان رکھتے ہیں خدا تعالیٰ

کی کتاب و قرآن مجید پر۔ اور ایمان رکھتے ہیں

کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نبی

اور اس کے رسول ہیں اور وہ سب دینوں سے

بہتر دین لائے۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں

کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔“

(مواہب الرحمن ص ۱۱ مطبوعہ ۱۹۵۳ء)

(۲۲) ”یا پچواں ہزار نبی اور ہدایت کے پھیلنے کا یہی

یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے..... اور جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ امراد نہیں کھولتا۔ اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔

..... ان معنوں سے میں نبی بھی ہوں اور امتی بھی تاکہ ہمارے سید و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنے والا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔ ورنہ وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کے دوبارہ آنے کے بارے میں ایک جھوٹی امید اور جھوٹی طبع لوگوں کو دامنگیر ہے وہ امتی کیونکر بن سکتے ہیں۔ کیا آسمان سے اتر کر نئے سرے وہ مسلمان ہوں گے اور کیا اس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہیں رہیں گے؟ (مکتوب نوشتہ ۲۲ مئی ۱۹۶۰ء مطبوعہ اخبار عام لاہور ۲۶ مئی ۱۹۶۰ء)

(۲۸) ”اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افادہ کمالی کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو مرگ نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تر ہے۔ اور یہ قوت قدر کسی اور نبی کو نہیں ملی۔“

(حقیقۃ الوجودی مکمل ۹ ماہیہ مطبوعہ ۱۹۶۰ء)

(۲۹) ”خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب و ستران شریف کو اپنا دستور عمل قرار دیتا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے۔“

(چشمہ معرفت ص ۲۲۲ مطبوعہ ۱۹۶۰ء)

(۳۰) ”یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بنا تا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتدار اور متابعت سے باہر جاتا ہوں

## فصل دوم

### آیت خاتم النبیین کا سیاق و سباق

سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کر لینے کے  
موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔ مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

”اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے ان

کفار و منافقین کے اعتراضات

کا جواب دیا ہے جو حضرت زینب

رضی اللہ عنہا سے سیدنا محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے نکاح پر طعن و تشنیع اور

ہمتان و افتراء کے طوفان اٹھا رہے

تھے۔۔۔۔۔ ان کا اولین اعتراض

یہ تھا کہ آپ نے اپنی بہو سے نکاح

کیا ہے حالانکہ آپ کی اپنی شریعت

میں بھی بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام

ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا مَا

كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ

رَجَالِكُمْ۔ محمد تمہارے مردوں میں

سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ یعنی جس

شخص کی مطلقہ سے نکاح کیا گیا ہے

وہ بیٹا تھا کہ۔ کہ اس کی مطلقہ سے

نکاح حرام ہوتا ہے تم لوگ تو خود

مودودی صاحب کا دعویٰ ہے کہ ”جہاں تک  
سیاق و سباق کا تعلق ہے وہ قطعی طور پر اس  
امر کا تقاضا کرتا ہے کہ یہاں خاتم النبیین کے متعلق  
سلسلہ نبوت کو ختم کر دینے والے ہی کے لئے جاویں  
اور یہ سمجھا جائے کہ حضور کے بعد کوئی نبی آنے والا  
نہیں“ (کتابچہ ختم نبوت ص ۱۱)

یاد رہے کہ لفظ خاتم النبیین سورہ  
احزاب کی آیت ۴۰ میں وارد ہوا ہے۔ ساری  
آیت یوں ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ  
مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ  
النَّبِيّٰتِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا  
اس کا لفظی ترجمہ یوں ہے ”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ رسول اللہ  
اور خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے  
والا ہے“

آئیے اب ہم مودودی صاحب کے مذکورہ بالا  
دعویٰ کی صحت کا جائزہ لیں۔ مفسرین اور مؤرخین  
متفق ہیں کہ یہ آیت سنہ یایچ ہجری میں حضرت زینب  
رضی اللہ عنہا کے نکاح کو طاق دینے اور پھر حضرت زینب



یہ درست ہے کہ کلمہ "لکن" استدراک کے لئے آتا ہے (دَفْعُ تَوْهَمِهِمْ نَاشِئٌ عَنْ كَلَامِهِمْ سَابِقٌ) یعنی گزشتہ کلام سے پورا ہونے والے سوال یا اعتراض کا ازالہ کرنے کے لئے۔ اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ سابقہ قرآنی آیات کے مطابق کفار و منافقین کے کس اعتراض کا جواب دوسرے حصہ آیت "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں دیا گیا ہے اور وہ جواب کیا ہے؟ بات یوں ہے کہ کئی زندگی میں کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابرہہ کہتے تھے لکھا ہے :-

"کہتے تھے کافر اس شخص کے بیٹا نہیں۔

زندگی تک اس کا نام ہی نہیں سمجھے کون

نام لے گا؟" (موضع القرآن)

اس پر آیت "إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ

نازل ہوئی۔ کہ تیرا دشمن ہی ابرہہ کا تجھے تو اللہ تعالیٰ

اولاد کثیر عطا کرے گا۔ جلالین میں لکھا ہے :-

"نزلت فی العاص بن وائل

سمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ابتر عند موت ابنہ القاسم"

کہ یہ آیت عاص بن وائل کے متعلق

نازل ہوئی تھی جب اس نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے صاحبزادہ

قاسم کی وفات کے موقع پر ابرہہ کہا تھا۔

(جلالین جلد ۲ صفحہ ۲۷۵)

اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھئے کہ سورہ ابراہیم کی

جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا  
مرے سے کوئی بیٹا ہے ہی نہیں"

(صفحہ ۶۷)

ناظرین کرام! جناب مودودی صاحب کے بیان کا یہ حصہ بالکل درست ہے۔ آیت کے اگلے حصے کے متعلق مودودی صاحب لکھتے ہیں :-

"پہلے فقرے کے بعد "ولکن" (مگر)

کے لفظ سے دوسرا فقرہ شروع کرنا

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے

فقرے میں مخاطب کی ایک بات کا

جواب ہو جانے کے باوجود اس کا

ایک سوال یا اعتراض باقی رہ

گیا تھا جس کا جواب دوسرے فقرے

میں دیا گیا ہے" (حاشیہ صفحہ ۶۷)

اس حد تک درست نتیجہ پر پہنچنے کے بعد آگے

مودودی صاحب کی ٹھوکرا کا باعث یہ ہے کہ انہوں نے

باقی رہ جانے والے "سوال یا اعتراض" کو قرآن مجید

کی آیات سابقہ کی روشنی میں متعین نہیں کیا اور محض قیاسی

ڈھکوسلے سے اگلے حصہ آیت "ولکن رسول اللہ و

خاتم النبیین" کو اپنے ان فرضی سوالوں کا جواب

قرار دیدیا ہے کہ "آخر اس نکاح کا کرنا کیا ضرورت تھا

اور ایسا نہ کرنے میں کیا قیامت تھی؟"

اگر مودودی صاحب قرآن پاک پر تدبیر فرماتے تو

اس تکلف اور تعصب کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ بات بالکل

واضح تھی اور سیاق و سباق معین طور پر نمایاں تھا۔

کیا دشمنوں کا اعتراض درست ثابت ہو گیا؟  
 ان دو اعتراضوں کے جواب میں خداوند عز و جل فرماتے ہیں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی پہلے حصہ آیت میں ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی ابوت کی نفی ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ جسمانی طور پر آپ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن روحانی ابوت بدستور قائم ہے اور اس کا دائرہ زمانی اور مکانی طور پر بھی اور بلحاظ رتبہ و شرف بھی بہت وسیع ہے۔ پہلے لفظ رسول اللہ بن النبی اونی بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم والی روحانی ابوت کو ثابت فرمایا ہے کیونکہ مرد رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اور اس کی امت کے قائم رہنے سے اس کا نام باقی رہتا ہے۔  
 دوسرے لفظ خاتم النبیین میں اس بلند ترین روحانی ابوت کا اثبات فرمایا گیا ہے جو آیت انما اعطینک الکوثر اور آیت انما شانک ہو الا بستر میں ذکر کی گئی تھی۔ گویا فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی امت کے عام افراد کے ہی باپ نہیں بلکہ آپ نبیوں کے بھی باپ اور ان کو بھی روحانی زندگی بخشنے والے ہیں پس اگر آپ کا جسمانی بیٹا کوئی نہیں تو کچھ ہرج نہیں آپ کی روحانی اولاد بے شمار ہے آپ کی روحانی اولاد بلند ترین منصب کی وارث ہے کیونکہ آپ رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ یہ تفسیر نہایت واضح اور سیاق و سباق کے عین مطابق ہے لیکن شاید اہل زینہ کے لئے اسلئے قابل

آیت میں اعلان کیا جا چکا تھا النبی اونی بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم کہ یہ پیغمبر مومنوں کا ان کی جانوں سے بھی زیادہ غیر خواہ ہے اس کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مومنوں کی مائیں ٹھہریں تو آپ لامحالہ مومنوں کے باپ قرار پائے۔

اب آگے چل کر حضرت زیدہ کی مطلقہ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے شادی کرنے پر کفار و منافقین کے جواب میں فرمادیا کہ۔

ما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم  
 یعنی تم لوگ تو خود جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سرے سے کوئی بیٹا ہے ہی نہیں۔

اس بیان سے ہو سے شادی کر لینے کے اعتراض کا جواب تو بخوبی ہو گیا مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ دو سوال اُبھر کر سامنے آگئے۔

(۱) شروع سورہ احزاب کی آیت وازواجہ امہاتہم میں جوہر نہیں ہونے کے آپ کو مومنوں کا باپ قرار دیا گیا تھا۔ اب جب آپ کسی کے باپ نہیں تو کیا پھر آپ کی نبوت و رسالت بھی جاتی رہی؟

(۲) مکہ میں دشمن آپ کو ابراہیم کے اولاد کہتے تھے قرآن مجید نے ان کی تردید کی تھی مگر اب خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ آپ کا کوئی بیٹا نہیں۔

تسلیم نہ ہو کہ اس کا بیان کرنے والا ایک احمدی ہے اس لئے ہم ذیل میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ناٹوٹی بانی مدرسہ دیوبند کے الفاظ درج کرتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

”حاصل مطلب یہ کہ میرا کہیں صورت میں یہ ہوگا کہ ابوت معروفہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں۔ پر ابوت معنوی متبیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے۔ کیونکہ اوصاف معروفہ موصوف بالعرض، موصوف بالذات کے فرع ہوتے ہیں۔ موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کی اصل ہوتا ہے اور وہ اس کی نسل۔ اور ہر ہے کہ والد کو والد اور اولاد کو اولاد اسی طرح سے کہتے ہیں کہ یہ اس سے پیدا ہوتے ہیں وہ فاعل ہوتا ہے۔ چنانچہ والد کا اسم فاعل ہونا اس پر شاہد ہے اور یہ مفعول ہوتے ہیں چنانچہ اولاد کو مولود کہنا اس کی دلیل ہے۔ سو جب ذات بابرکات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بالذات بالنبوة ہوتی اور انبیاء باقی موصوف بالعرض۔ تو یہ بات

اب ثابت ہوگئی کہ آپ والد معنوی ہیں اور انبیاء باقی آپ کے حق میں بمنزلہ اولاد معنوی“  
(رسالہ تحذیر الناس ص ۱۸)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی اس پاکیزہ اور معقول و نہایت کے بعد اب ذرا مودودی صاحب کی بے تکلیف تنقید بھی ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں :-  
”آخر اس بات کا کیا تک ہے کہ اوپر سے تو نکاح زمین پر معترضین کے اعتراضات اور ان کے پیدا کئے ہوئے شکوک و شبہات کا جواب دیا جا رہا ہو اور یکایک یہ بات کہہ ڈالی کہ محمد نبیوں کی جڑ ہیں اللہ جو نبی بھی بنے گا ان کی جڑ لگ کر بنے گا۔ اس سیاق و سباق میں یہ بات نہ صرف یہ کہ بالکل بے تکلیف ہے بلکہ اس سے وہ استدلال الٹا کر رد ہوا جاتا ہے جو اوپر سے معترضین کے جواب میں چلا آ رہا ہے“ (ص ۹)

اقسوس کہ مودودی صاحب اتنی موٹی بات نہیں سمجھ سکے کہ کفار کے اس اعتراض کے جواب میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کر لی ہے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی مرد کے باپ نہیں تو آپ کی روحانی ابوت کے اثبات کا سوال فوراً پیدا ہو گیا تھا۔ اور یہی موقع

نہی کی گئی اور دوسرے طور سے باپ ہونے کا اثبات بھی کیا گیا تا وہ عمر میں جس کا ذکر آیت اِنَّا شَانِئُكَ هُوَ الابستریں ہے دُور کیا جائے۔  
 حاصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نبوت کو بغیر شریعت ہو اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہِ راست مقامِ نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر متمنع نہیں کہ وہ نبوت پر باغِ نبوت محمدیہ سے منسوب اور مستفاض ہو۔ یعنی ایسا صاحبِ کمال ایک جہت سے تو اتمی ہو اور دوسری جہت سے بوجہ اکتسابِ انوارِ محمدیہ نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو (ریویو بر مباحثہ ثالوی دیکھو ٹالوی ص ۱۷)

ہماری نزدیک یہ مودودی صاحب کی کوتاہ فہمی ہے کہ وہ سورہٴ اعراب کے خاتم النبیین والے رکوع کو صرف حضرت زینب کے نکاح پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات تک محدود سمجھتے ہیں حالانکہ ان آیات میں دیگر معارف و حقائق کا بھی ایک بحرِ ذخار موجود ہے۔ مودودی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی لینے اسلئے لازمی ہیں کیونکہ اسے تنبیہ کی رسم کے ابطال کے سلسلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ گویا یوں کہا گیا ہے کہ چونکہ آپ کے بعد اور کوئی نبی آنے والا نہ تھا اسلئے آنحضرت کیلئے لازم تھا کہ اپنے اعلان کے علاوہ اپنے عمل سے یعنی

تھا کہ بتایا جاتا کہ جو جسمانی طور پر آپ کسی مرد کے باپ نہیں مگر امت سمجھو کہ اب آپ کا نام کون لے گا، آپ کی تعریف کون کرے گا۔ کیونکہ آپ کو روحانی ابوت کے لحاظ سے صاحبِ الکوثر ہونے کا مقام حاصل ہے۔ سب اہل ایمان آپ کے رسول ہونے کے لحاظ سے آپ کے فرزند ہیں اور سب انبیاء بھی آپ کے خاتم النبیین ہونے کے لحاظ سے آپ کی معنوی اولاد ہیں اور یہ سلسلہ بند نہیں بلکہ آپ کی ہر اور روحانی توہم اور قوتِ قدسیہ ہمیشہ نبی تراش ثابت ہوتی رہے گی۔ پس آپ کا محمد (قابلِ تعریف و تود) ہونا اس بات کا محتاج نہیں کہ آپ کا جسمانی بیٹا ہو آپ کی محمدیت کو اللہ تعالیٰ آپ کے رسول اللہ اور خاتم النبیین ہونے سے ثابت کرتا رہے گا۔

حضرت یحییٰ موعود علیہ السلام نے خاتم النبیین کے اسی مفہوم کے بارے میں فرمایا ہے کہ:۔  
 ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور ٹھہرایا گیا۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد براہِ راست نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمالِ نبوت صرف اسی شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباعِ نبوی کی ہر رکھتا ہو گا اور اس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپ کا وارث ہو گا۔ نرضی اس آیت میں ایک طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی

نبی، اگرچہ نا تمام ہے مگر ہمیں یہ بھی مسلم ہے۔ کیونکہ امت کے علماء و محققین کا ایک عظیم گروہ ان معنوں کی تائید کرتا ہے جیسا کہ آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ جماعت احمدیہ کا اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع نبی ہیں، آپ کی شریعت ہمیشہ قائم رہے گی اور آپ کے بعد کوئی شارع یا مستقل نبی نہ آسکتا نہ پیدا ہو سکتا ہے۔ صرف ایسے امتی نبی امت میں سے آسکتے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے یہ مقام حاصل کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی مودودی صاحب کا استدلال مرام غلط ہے :

حضرت زینب سے شادی کر کے بھی اس رسم کو باطل کریں اور لوگوں کے دلوں سے کہ امت کے ہر تصور کا قطع متبع کر دیں۔ میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اس تعبیر و تفسیر کو من و عن مان لینے سے بھی اتنا ہی ثابت ہوگا کہ آپ آخری صاحب شریعت نبی ہیں کیونکہ نئے احکام جاری کرنا صرف صاحب شریعت نبی کا کام ہے امتی نبی کا کام نہیں۔ پس خاتم النبیین کے معنی مودودی صاحب کے اعتراضی سیاق و سباق کے رُو سے یہی ہوں گے کہ آپ کے بعد کوئی شریعت لانے والا نبی نہ آئے والا نہ تھا۔ اس سے امتی نبی کی نفی لازم نہیں آتی۔ خاتم النبیین کا یہ مفہوم، یعنی شارع نبیوں میں سے آخری

## فصل سوم

### قرآن مجید کی دوسری آیات کی رُو سے خاتم النبیین کی تفسیر

دعویٰ کے لئے اس حدیث اور اقوال اور توالیحات مفسرین تو پیش فرمائے ہی مگر اپنے دعویٰ کی تائید میں قرآن مجید کی ایک آیت تک پیش نہیں کی۔ بات واضح ہے کہ لفظ خاتم النبیین کے معنوں اور تفسیر میں جو اختلاف ہے اس کا بہترین حل یہ ہے کہ قرآن مجید کی دوسری آیات جس معنی اور تفسیر کی تائید کر دیں وہی حجت ہے۔

صاحب مودودی صاحب کے کتابچہ ”ختم نبوت“ کے پڑھنے والے ہر اس شخص کو سخت مایوسی ہوگی جو یقین رکھتا ہے کہ ”الْقُرْآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُا بَعْضًا“ کے مطابق لفظ خاتم النبیین کے معنی اور تفسیر کے لئے قرآن مجید کی دوسری آیات سے تائید پیش کی جانی چاہیے۔ مولوی صاحب موصوف نے اپنے مزعومہ

رہے گا کیونکہ وہ مسننہ والا اور دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں لفظ یَصْطَفِي اِنصاف ہے جو استمراری طور پر حال اور مستقبل کے لئے مستعمل ہوا ہے شاعر کہتا ہے

اَدْرُكَلِمًا وَّرَدَّتْ عَكَاظُ قَيْبِلَةَ  
يَعْتَوُّوْا اِلَيَّ عَرِيقَهُمْ يَتَوَسَّسُ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی سنت مذکور ہے دوسری جگہ فرماتا ہے وَلَنْ يَّجْدَلَ سِنَّةَ اللّٰهِ تَبْدِيلاً کہ خدا کی سنت میں تبدیلی نہیں ہے۔ فرشتوں کا بھیجا جانا آج بھی سب مسلمانوں کو مسلم ہے مگر تعجب ہے کہ وہ انسانوں میں سے کسی کے رسول بنائے جانے پر اعتراض کر رہے ہیں۔

(۲) يَا بَنِي اٰدَمَ رَا مَا يٰۤاْتِيْكُمْ  
رَسُلٌ مِّنْكُمْ يَقْضُوْنَ عَلَيْكُمْ  
اٰيٰتِيْ فَمَنْ اَتَعٰ وَاصْلَحَ فَلَا  
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(الاعراف: ۲۵)

کہ اے آدم زادو! جب بھی تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں اور تم پر میری آیات پڑھیں تو یاد رکھو کہ جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے اور اصلاح کریں گے ان پر نہ خوف ہوگی اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس آیت میں یہ بشارت ہے کہ جب تک آدم زاد موجود ہیں اور صفحہ زمین انسانوں سے آباد ہے ان میں نبی اور رسول آتے رہیں گے اور انسانوں کا فرض ہے

مودودی صاحب کے رویہ کے پیش نظر اب دو ہی صورتیں ہیں۔ اول یا تو لفظ خاتم النبیین کے ان معنوں کی جو مودودی صاحب کرتے ہیں قرآن مجید کی کسی آیت سے تائید نہیں ہوتی اسلئے مودودی صاحب معذور ہیں۔ دوم یا مودودی صاحب کے خیال میں ایسی آیت یا آیات تو ہیں مگر مودودی صاحب نے انہیں اس کتابچہ میں جس کے دوسرے جماعت احمدیہ ایسی تبلیغی اور اسلام کی فدائی جماعت کو کافر مرتد اور واجب القتل قرار دینا مقصود ہے درج نہیں کیا۔ یہ دوسری صورت بھی انتہائی تغافل اور مجرمانہ سہل انگاری ہے لیکن پہلی صورت میں تو فیصلہ یقینی طور پر مودودی صاحب کے خلاف ہے۔

ہم اپنے قارئین کو یقین دلاتے ہیں کہ دراصل جناب مودودی صاحب معذور ہیں کیونکہ قرآن مجید کے دوسرے ان کے بیان کردہ مفہوم کی کسی اور آیت سے ہرگز تائید نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس قرآن مجید سے صاف طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ کی امت میں سے اصلاح خلاق کیلئے آپ کے امتی نبی آتے رہیں گے۔ آیات ذیل پر غور فرمایا جائے :-

(۱) اللہ تعالیٰ اپنی سنتِ ستمہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے اللہ یَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا  
مِّنَ النَّاسِ لِيَاْتَنَّ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝  
(الحج: ۷۵) کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے نبی اور انسانوں میں سے بھی رسول منتخب کرتا ہے اور کرتا

کہ ان پر ایمان لائیں۔

یاد رہے کہ اسی سورہ میں آیت ۲۱ اور ۲۲ اور ۲۳ میں بھی لفظ بنی آدم استعمال ہوا ہے۔ اس سے ہر جگہ ساری نسل آدم مراد ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو درحقیقت اس سے وہی لوگ مراد ہیں جو نزولِ قرآن مجید کے وقت اور اس کے بعد موجود تھے یا ہونے والے تھے۔ ایک آیت میں فرمایا یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا وشرابوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین ۵ کہ اے آدم زادو! ہر مسجد میں اپنی زینت لیکر جاؤ، کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا؛ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس یعنی آدم سے حضرت آدمؑ کے وقت کی ان کی اولاد مخاطب تھی؟ پس آیت یعنی ادم اماً یا تیتکم رسول منکر میں اصل خطاب آئمہ کے انسانوں سے ہے ہاں عمومی رنگ میں پہلے بھی شامل کئے جاسکتے ہیں مگر بہر حال اس کی توہم ریز گنجائش نہیں کہ بنی آدم سے مراد صرف پہلے کے انسان ہوں۔ گویا بعد کے انسان آدم زاد ہی نہیں۔

(۳) واذا بتلیٰ ابراہیم

ربہ بکلمات فاتتہت

قال انی جا علیک للتاس

اما ما قال ومن ذریعتی

قال لا ینال عہدی الظالمین

(البقرہ: ۱۲۴)

یاد کرو جب حضرت ابراہیمؑ کی اسکے رب نے چند امور کے ذریعہ آزمائش کی اور حضرت ابراہیمؑ نے انہیں ٹھیک ٹھیک پورا کر دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم! میں تجھے لوگوں کے لئے امام بنا تا ہوں تو اب سے ہمارا نبی اور رسول ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی اے خداوند! میری اولاد میں بھی یہ سلسلہ امامت جاری رکھیو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں مگر ظالموں سے میرا یہ عہد نہیں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی نسل کے لئے اسی امامت کا وعدہ فرماتا ہے جو حضرت ابراہیمؑ کو عطا ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ امامت سے مراد نبوت ہی ہے۔ لغت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور قرآن مجید میں فرمایا ہے وجعلنا فی ذریعتہ النبوة (عنکبوت: ۲۷) کہ ہم نے نسل ابراہیمؑ میں نبوت کو جاری کیا۔

اس آیت کے دوسرے جہت تک نسل ابراہیمؑ دوسرے زمین پر آباد ہے اور وہ ساری کی ساری الذالین کے گروہ میں شامل نہیں ہو گئی ان میں سلسلہ انبیاء و رسول جاری رہنا ضروری ہے۔

اگر مسلمان غور کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف میں کہا صلیت علیٰ ابراہیم وعلیٰ آل ابراہیم اور کہا بادکت علیٰ

۳۱ امام مہدیؑ یعنی آدم کے متعلق لکھتے ہیں: فانہ خطاب لاهل ذلک الزمان وکل من بعدہم۔ کہ اس سے سب زمانوں کے لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے۔ (آقان جلد ۲)

مقام کی وضاحت کرتے ہوئے آپ کو سراجاً منیراً ٹھہرایا ہے۔ آپ ایسے روشن چراغ ہیں جس سے تمام آفاق میں نور پھیلے گا اور آپ اپنے امتیوں کو منور کرینگے۔ لفظ سراجاً منیراً کے متعلق امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی لکھتے ہیں :-

”قال القاضي أبو بكر بن العربي  
قال علماءنا سمى سراجاً لآلات  
السراج الواحد يؤخذ منه  
السرج الكثير ولا ينقص  
من ضوته شيء“

ترجمہ :- کہ قاضی ابوبکر بن العربی کہتے ہیں کہ ہم تک علماء نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج (چراغ) اسلئے قرار دیا گیا کہ ایک چراغ سے ہد ہا دوسرے چراغ روشن کئے جاسکتے ہیں مگر اصل چراغ کی روشنی میں اس سے کوئی کمی نہیں آتی۔ (ذرقانی شرح المواہب اللدنیہ جلد ۳ ص ۱۱۱)

لوگ تو لفظ خاتم النبیین کو افضال ربانیہ کے انقطاع کے لئے بطور دلیل ذکر کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیراً قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا (احزاب: ۴۷) کہ آپ اپنے امتی مومنوں کو بشارت دیدیں کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل کبیر (بڑا فضل) مقرر ہے۔

ابراہیم وعلیٰ آل ابراہیم کے لفظ خاص طور پر کیوں مقرر فرمائے ہیں ان کی کیا حکمت ہے؟ تو وہ فوراً سمجھ سکتے ہیں کہ اب چونکہ جملہ ابراہیمی وعدوں اور برکات کی وارث امت محمدی ہی ہے اور ان سے باہر کے گروہ الظالمین میں شامل ہو گئے ہیں اسلئے اب یہ نعمت اور یہ امامت ابراہیمی صرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے لئے مخصوص ہے۔ باقی لوگ اس نعمت کے پانے سے محروم ہیں مگر حضرت خاتم النبیین کے پیرو امامت ابراہیمی کے انعام کو پاتے رہیں گے۔

(۴) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ

شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا

مُنِيرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ

بِأَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا

كَبِيرًا (احزاب: ۴۷-۴۸)

ترجمہ :- اے نبی! ہم نے تجھے شاہد بنا کر

بھیجا ہے تو مبشر اور نذیر ہے اور

اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسکی طرف

بلانے والا ہے اور تجھے روشن

کرنے والا چراغ بنا کر مبعوث

فرمایا ہے پس تو مومنوں کو بشارت

دے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی

طرف سے فضل کبیر مقدر ہے۔

خاتم النبیین کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے



ہے جس کا وعدہ مومنین امت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ احزاب میں دیا گیا تھا۔ آیت خاتم النبیین کے آخر پر وہاں اللہ بکلمہ شیء علیہما لایا کب ہے اور آیت من یطیع اللہ والرسول کے آخر پر بھی اسی کے ہم معنی کفی باللہ علیہما ذکر ہوا ہے تا صاف دلالت ہو کہ اس آیت میں خاتمیت محمدیہ کی تشریح کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان انعامات اور افضال کا ذکر ہے جو آپ کی امت کیلئے علی قدر مراتب مقدر ہیں۔

امام راغب اپنی کتاب المفردات فی غریب القرآن

میں لکھتے ہیں:-

”مَعَ یَقْتَضِی الْجَمَاعَ امَّا  
فِی الْمَكَانِ نَحْوَهَا مَعًا فِی الدَّارِ  
اَوْ فِی الزَّمَانِ نَحْوُ وُلْدٍ مَعًا اَوْ  
فِی الْمَعْنَى کَالْمَعْتَصِمِ یَفِی نَحْوِ  
الْاِخِ وَالْاَبِ فَاِنْ اِحْدَهُمَا  
صَارَ اِحْتًا لِلالْاٰخِرِ فِی حَالِ مَا  
صَارَ الْاٰخِرُ اِحْتًا وَاَمَّا فِی الشَّرَفِ  
وَالرَّتْبَةِ نَحْوَهَا مَعًا فِی الْعُلُوِّ“

(المفردات زیر لفظ مَعَ ص ۲۸)

کہ لفظ مَعَ اجتماع کا متقاضی ہے اور یہ اجتماع چار طرح سے ہو سکتا ہے (۱) دونوں ایک مکان میں اکٹھے ہوں (۲) دونوں ایک زمانہ میں اکٹھے ہوں۔ (۳) دونوں ایک صفائی معنی میں شریک ہوں (۴) دونوں ایک درجہ اور مرتبہ میں یکساں ہوں۔

(۵) امت محمدیہ کے لئے جو فضل الہی مقدر ہے اس کی تشریح خود اللہ تعالیٰ نے فرمادی فرماید:-

وَمَنْ يَطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ  
فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ  
اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ  
وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ  
وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ  
رَفِيقًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ  
اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ۝

(النساء: ۶۹، ۷۰)

ترجمہ:- جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے یعنی ان کے ہم پایہ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے پہلے انعام فرمایا ہے یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ہم درجہ ہوں گے۔ یہ لوگ بہترین رفیق ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔“

اس آیت پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں امت محمدیہ کے درجات و مراتب کا بیان ہے گو بسورہ احزاب میں جس فضل کی بشارت دی گئی ہے وہ یہی چار درجات ہیں جو سورہ نساء میں بیان ہوئے ہیں۔ اسی لئے ان کے ذکر کے بعد فوراً فرمایا ہے ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ۔ کہ یہ وہی موعود فضل الہی

صح ائسیرین۔ ہو معکم اینما کنتم پیش کرتے ہیں۔ یہ تیسرا مع الفارق ہے۔

(۶) اهدنا الصراط المستقیم

صراط الذین انعمت علیہم

غیر المفضوب علیہم ولا

الضالین ۵ (سورہ فاتحہ)

اے اللہ! تو ہمیں صراط مستقیم

کی طرف رہنمائی فرما اور ان لوگوں

کے راستہ پر چلا جن پر تو نے انعام

فرمایا ہے۔ ان کی راہ سے بچا جو

مغضوب علیہم تھے یا گمراہ اور ضالین

تھے۔

اس آیت میں امت محمدیہ کو مغضوب علیہم اور ضالین

کی راہ سے بچنے اور منعم علیہم کی راہ پر چلنے کی دعا

سکھائی گئی ہے۔ احادیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا قول مروی ہے کہ مغضوب علیہم سے مراد یہود ہیں

اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ یعنی جہان دونوں

پر روحانی زوال آیا تو وہ مغضوب علیہم اور ضالین

بن گئے ورنہ پہلے وہ انعام پانے والے تھے اللہ تعالیٰ

خود فرماتا ہے واذا قال موسى لقومہ یا قوم

اذ کروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم

انبیاء و جعلکم ملوکاً (المائدہ: ۲۰)۔ کہ

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم! اللہ

تعالیٰ کے اس انعام کو یاد کرو کہ اس نے تم میں انبیاء

پیدا کئے اور اس نے تمہیں بادشاہت عطا کی۔

ظاہر ہے کہ امت محمدیہ کے لئے سابق نبیوں

مہدیوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ زمانی اور

مکانی معیت حاصل نہیں تھی۔ سابق منعم علیہم لوگوں کے

ساتھ امت محمدیہ کی معیت صرف درجہ اور مرتبہ میں کیات

والی ہی ہو سکتی ہے۔ اسی قسم کی معیت آیت تشرافی

و توقنا مع الابرار (آل عمران: ۱۹۳) میں بھی

مراد ہے۔ کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمیں نیک ہونے

کی صورت میں موت دیجیو۔ یہ معنی ہرگز نہیں کہ جب کوئی

نیک مرنے لگے تو ہماری بھی روح قبض کر لیجیو۔ چونکہ

آیت ومن یطع اللہ والرسول فی خیر امت

کے مراتب اور مناقب کا ذکر ہے ان فضل کا بیان ہے

یواسم اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے مقرر فرمایا ہے اسلئے

اس جگہ اشتراک رتبہ کے معنی ہی ہو سکتے ہیں۔ اگر کہو

کہ نبی کوئی نہیں بن سکتا تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ امت

میں سے کسی کے صالح، شہید اور صدیق بننے کا بھی امکان

نہیں کیونکہ مع کا لفظ تو سب کے ساتھ ہے۔ ہم تسلیم

کرتے ہیں کہ مع کے موقع کے لحاظ سے مختلف معنی ہوتے

ہیں اور قرآن مجید میں بھی یہ لفظ مختلف معنوں میں آیا ہے

جس سے بعض لوگوں کو غلطی لگ جاتی ہے لیکن لفظ مع

لغنت اور آیات کے رُوسے اشتراک فی الرتبہ کے معنی

بھی رکھتا ہے اور آیت زیر نظر میں اس معنی کے سوا کوئی

معنی چسپاں نہیں ہو سکتے۔ ہماری اس تشریح سے ان

لوگوں کی غلطی بالکل عیاں ہو جاتی ہے جو اس آیت کے

جواب میں آیات محمد رسول اللہ والذین

معہ۔ ان اللہ مع المؤمنین۔ ان اللہ

اس کی ضرورت نصرت کرنا۔ فرمایا کیا تم  
اقرار کرتے ہو اور اس پر میرے عہد کو  
قبول کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں  
ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے  
فرمایا تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے  
ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔“

اس آیت میں نبیوں سے عہد لینے کا ذکر ہے۔ مراد  
یہی ہے کہ ہر نبی کے ذریعہ اس کی امت سے اقرار لیا گیا  
کہ آنے والے پیغمبر پر ایمان لائے اور اس کی تائید  
و نصرت کرے۔ اس آیت میں ”رسول مصدق“  
لما معکم“ سے مطلق طور پر ہر آنے والا رسول  
مراد ہے اور اس طرح یہ آیت صریح طور پر دلالت کرتی  
ہے کہ ہر نبی کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے اور سلسلہ ہمتی  
دنیا تک جاری رہے گا۔

پھر اس آیت میں ”رسول مصدق لما معکم“  
میں تکبیر کو تفخیم شان کے لئے بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔  
اور معنی یہ ہوں گے کہ اس میں سب سے بڑے پیغمبر حضرت  
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے سب امتیں  
آپ پر ایمان لانے کا مکلف ہیں۔ آپ کے بعد کے انبیاء  
آپ کے اظلال ہیں وہ اس صورت میں آپ کے وجود  
باجود میں ہی شامل ہوں گے۔

(۱۸) وَرَاٰذًا خَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ  
مِيشَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمَوْسٰى  
نُوْحٍ وَّرَاٰبِرَ اِهِيْمَ وَمُوْسٰى  
وَعِيْسٰى بَنِ مَرْيَمَ وَاخَذْنَا

دونوں آیتوں پر بچائی نظر کرنے سے صاف  
کھل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صراط الذین انصت  
علیہم کی خود تعلیم کردہ دعائیں دراصل مسلمانوں کو  
بشارت دی ہے کہ تم پر بھی بادشاہت اور نبوت  
کا انعام جاری رہے گا۔ کیونکہ یہ دونوں قومی انعام  
ہیں اور تم کو اب اللہ تعالیٰ نے منعم علیہم بنانے کا فیصلہ  
فرمایا ہے تم خیر امت ہو اور حضرت خیر المرسل کے  
ماننے والے ہو اس لئے اب تم کو بھی یہ انعام ملتا  
رہے گا۔ البتہ یہ دعا کرتے رہو کہ خدا یا ہمیں منعم علیہم  
بننے کے بعد پھر کبھی یہود و نصاریٰ کی طرح مغضوب علیہم  
یا ضالین نہ بناؤ۔

(۱۷) وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِثْقٰتِ  
النَّبِيِّينَ لَمَّا اُنْتِخِبْتُمْ فِي الْكِتٰبِ  
وَحِكْمَةً ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ  
مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ  
بِهٖ وَاَلْتَضَّرَّتْہٗ قَالٌءَ اَقْرَبُوْا  
وَاخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ حٰسِرٰی  
قَالُوْا اَسْرَرْنَا قَالٌءَ فَاَشْهَدُوْا  
وَاَنَامَعَكُمْ مِّنَ السَّٰحِدِيْنَ  
(آل عمران ۸۱)

ترجمہ :- یا جو کرو جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے  
یہ پختہ عہد لیا کہ میں نے ہی تم کو کتاب  
اور حکمت دکھا ہے۔ پس اگر کوئی  
رسول تمہاری تعلیمات کا مصدق تمہارے  
پالائے تو اس پر ضرور ایمان لانا اور

مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۝ لِيَسْئَلُ  
الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۝  
أَعَدَّ لِكَا فِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝  
(ازاب: ۷۱-۸)

ترجمہ: یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے  
ان کا پختہ عہد لیا اور تجھ سے بھی۔  
نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم  
علیہم السلام سے بھی ہم نے رب سے  
مضبوط عہد لیا تاکہ اللہ تعالیٰ صادقوں  
سے ان کی سچائی کے بارے میں دریافت  
کرے۔ اس نے کافروں کے لئے دردناک  
عذاب تیار کیا ہے۔

اس آیت میں ہر امت سے فرمایا ہے کہ بنیاد میں ميثاق  
لیا گیا ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔ سورہ  
آل عمران دہلی آیت کو ساتھ ملا کر تدبیر کیا جائے تو واضح  
ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کے ذریعہ بھی یہ عہد لیا گیا ہے کہ  
مسلمان آنے والے نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ سورہ سورہ  
احزاب کی آیت میں ”وَمَنْ لَمْ يَلْمِزْكُمْ فِي شَيْءٍ فَرَّادٍ  
پاتے ہیں۔ مشہور تفسیر حسینی میں اس آیت کے معنی  
یوں لکھے ہیں:-

”وَإِذَا أَخَذْنَا ياد رکھو کہ لیا ہم نے  
مِنَ النَّبِيِّينَ نَبِيِّينَ سے۔ ميثاقاً ہم  
عہد ان کا اس بات پر کہ خدا کی عبادت  
کرنا اور خدا کی عبادت کی طرف بلائیں۔  
اور ایک دوسرے کی تصدیق کریں۔ یا

ہر ایک کو بشارت دیں اسی پیغمبر کی کہ ان  
کے بعد ہوگا۔ اور یہ عہد پیغمبروں سے  
روز الست میں لیا گیا۔ وَمَنْ لَمْ يَلْمِزْ  
لیا ہم نے تجھ سے بھی عہد اسے محمدؐ

(تفسیر حسینی اردو مطبوعہ نولکھنؤ ص ۲۵۶)  
(۹) مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ  
عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ  
الْخَبِيثَاتِ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ وَمَا  
كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ  
وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَسِبُ مِنْ رُسُلِهِ  
مَنْ يَشَاءُ ۚ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ  
رُسُلِهِ ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَتَوَلَّوْا  
فَذِكْرٌ لَكُمْ ۚ آخِرُ عَذَابٍ مُّظْمٍ ۝ (آل عمران)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں  
کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے  
جس پر تم ہو۔ بلکہ وہ طیب و خبیث میں  
امتیاز کرتا رہے گا۔ مگر وہ تم کو (براہ  
راست) غیب پر مطلع نہ کرے گا لیکن  
وہ جس کو چاہے گا اپنے رسولوں کے طور  
پر منتخب کرے گا۔ تم اے مسلمانو! اللہ  
اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ۔  
اگر تم ایمان لاؤ گے اور تقویٰ اختیار  
کرو گے تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہوگا۔

قارئین کرام! اس آیت میں خطاب صحابہ رضی اللہ عنہم  
اور ساری امت مسلمہ سے ہے۔ پہلی قوموں سے نہیں

”ہم عذاب نہیں دیا کرتے جب تک رسول  
مبعوث نہ کر لیں“

ان دونوں آیتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے  
کہ عذاب اور ہلاکت سے پہلے بعثت رسول ضروری  
ہے تا منکرین یہ نہ کہہ سکیں رَبَّنَا كَوْلَا اُذْسَاتِ  
الْيَكِنَا رَسُوْلًا فَتَشِيْعَ اِيَا قِيْلِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ  
نَّذِيْلَ وَ تَخْزِي ۝ (ظہ، ۱۳۲) کہ اے خدا! اگر آپ  
ہماری طرف کسی رسول کو مبعوث فرما دیتے تو ہم ذلیل  
درسا ہونے سے پیشتر تیری آیات کی پیروی کر لیتے۔“

اب یہ مضمون واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے بعد آنے والے امتی رسولوں پر ایمان لانا بھی ضروری  
ہے اور منکرین اور معاندین اسلام پر ان کے ذریعے سے  
اتمامِ حجت ہوگی اور وہ مستحق عذاب قرار پائیں گے۔

ان دس آیات پر ادنیٰ تدریس سے یہ حقیقت کھل  
جاتی ہے کہ قرآن مجید کے رسوے مَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ  
وَ الرَّسُوْلَ كِي قِيْدِ كِ سَاتِحِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے بعد امتی انبیاء کا آنا ممکن ہے۔ البتہ قرآنی شریعت  
کو منسوخ کرنے والے یا فیضانِ محمدی کے منکرین نہیں  
اسکتے۔ پس اس حقیقت کی روشنی میں خاتم النبیین کی یہ تفسیر  
درست اور قابل قبول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
بعد نئی شریعت لانے والے انبیاء کا آنا ممکن ہے مگر امتی  
نبیوں کی بعثت جاری ہے۔ اسی سے فیضانِ محمدی کا کمال  
ظاہر ہوتا ہے۔

آیات قرآنیہ کی تفسیر | مسئلہ رتیم نبوت پر  
آیات قرآنیہ کی روشنی سے

مسلمانوں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ وہ  
جغیت اور طیب میں امتیاز کرے گا لیکن اس کیلئے یہ صورت  
ذہمگی کہ براہ راست ہر شخص کو یہ غیبی بات بتائی جائے کہ  
کون طیب ہے اور کون نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس امتیاز  
کے لئے یہ طریق اختیار فرمائے گا کہ وہ اپنے برگزیدہ  
رسول مبعوث کرتا رہے گا۔ اس وعدہ کے بعد اللہ تعالیٰ  
نے مسلمانوں کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سب  
رسولوں پر ایمان لائیں۔ ایمان لانے اور تقویٰ اختیار  
کرنے کی صورت میں انہیں اجر عظیم ملے گا۔

یہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے امتی  
نبیوں پر ایمان لانے کا ميثاق ہے۔ کیونکہ آنحضرت  
کے بعد صرف آپ کی اطاعت کرنے والے اور آپ کی  
شریعت کا نفاذ کرنے والے انبیاء ہی آسکتے ہیں جیسا کہ  
دوسری نص وَمَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ سِ بَالِدَا  
ثابت ہے۔

(۱۰) (العت) وَ اِنَّ مِنْ قَرْمِيَةِ رَا لَّا

نَحْنُ مَهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ

الْقِيَامَةِ اَوْ مَعَدَّ بُوْهَا عَذَابًا

شَدِيْدًا كَا نَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ

مَسْطُوْرًا ۝ (نہی امر، ۵۸)

(ب) وَ مَا كُنَّا مُعَدِّ يٰمِيْنَ حٰثِي

نَبَعْتِ رَسُوْلًا ۝ (نہی امر، ۱۵)

ترجمہ: ”قیامت سے پہلے پہلے ہم ہر بستی کو

ہلاک کرنے والے ہیں یا سخت عذاب

دینے والے ہیں یہ کتاب میں مقرر ہے“

رد شنی ڈالی جا چکی ہے، اہلسنت کی روایات پر بھی تبصرہ موجود ہے، اب مختصر طور پر شیعہ کتب تفسیر و عقائد کے رد سے ختم نبوت کی حقیقت درج ذیل کی جاتی ہے۔ تاشیعہ بھائیوں کو بھی سمجھنے میں اہولت ہے :-

۱- آیت رَاتِي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَبْتَلِيكَ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (سورہ بقرہ، ۱۲۴) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم نبی اللہ سے کہا کہ میں تجھے لوگوں کے لئے امام بناؤں گا ہوں تو انہوں نے عرض کی کہ میری اولاد میں سے بھی امام بناؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عہد ظالموں کو نہ ملیگا۔ اس آیت کے متعلق شیعہ تفسیر میں لکھا ہے :-

فابطلت هذه الآية امامة كل ظالم الى يوم القيامة وصارت في الصفوة - (تفسیر صافی زیر آیہ مذکورہ) کہ اس آیت نے قیامت تک کے لئے ہر ظالم کی امامت کو باطل کر دیا ہاں اس سے پاک لوگوں کی امامت قیامت تک ثابت ہو گئی۔

۲- آیت هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ فِي رَسُوْلِهِ كَذَكَرَ شِعْرٍ صَاحِبَانِ كَيْفَ لُكَّاهُ ۱-

(الف) "نزلت في القابم من آل محمد" (بخارا لاوار جلد ۱۲ ص ۱۱) کہ یہ آیت امام مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (ب) "مراد از رسول در اینجا امام مہدی موعود است" (غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۱۲۳)

۳- آیت يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ اَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ کے بارے میں شیعہ تفسیر میں لکھا ہے :-

"قِيلَ الرُّوحُ الوَحْيُ..... وَقِيلَ ان الرُّوحَ ههنا النبوة عن المدي" (تفسیر مجمع البيان جلد ۳ ص ۱۳)

کہ بعض نے اس آیت میں الروح سے مراد وحی کی ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ اس جگہ نبوت مراد ہے۔

میں اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی نبوت کو جاری رکھے گا۔

(م) آیت وَارِثًا أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ كَمَا تَعْلَقُ شِعْرُ صَاحِبَانِ كَيْفَ لُكَّاهُ ۱-

(الف) "ما بعث الله نبيًا من لدن آدم الا ويرجع الي الدنيا فينصرو اميرا للمؤمنين" (تفسیر النجاشی ص ۲۲)

(ب) "فرمود کہ ان وقتے خواہد بود کہ حق تعالیٰ جمع کند در پیش روی او پیغمبران مہمانان تا یادی کند اورا" (حق یقین ص ۱۵۱)

گویا شیعہ بھائیوں کے نزدیک امیر المؤمنین امام مہدی علیہ السلام کی نصرت کیلئے سب نبی تشریف لائیں گے۔ ان عقیدہ رحمت کے رد سے جب سب نبی آسکتے ہیں تو ایک نبی کی پشت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

۵- آیت يَا بَنِي آدَمَ رَا مَا يَا بَنِيكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْكُمْ كَذَكَرَ شِعْرٍ صَاحِبَانِ كَيْفَ لُكَّاهُ ۱-

"فقال يا بني آدم وهو خطاب يعم جميع المكلفين من بني آدم من جاءه الرسول منهم ومن

کا منکر تمام انبیاء و اوصیاء کا منکر ہے  
اور یہی قول پیغمبر سے بھی ثابت ہے۔  
(الصراط السوی ۲۵۵-۲۶)

حضرت امام ابو جعفر ابراہیمی  
امت محمدیہ میں نبوت | نسل کی نعمتوں "الرسول  
والانبیاء والائمة" کے ذکر پر فرماتے ہیں:-

"فکیف یفردون فی آل ابراہیم  
علیہ السلام وینکروہ فی آل  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم"  
(الصافی شرح اصول الکافی جلد ۱۱۹)  
کہ عجیب بات ہے کہ لوگ ان نعمتوں کا  
وجود آل ابراہیم میں تو تسلیم کرتے ہیں  
لیکن آل محمد میں ان کا انکار کرتے ہیں۔

پس امت محمدیہ میں تابع نبیوں کا آنا تعجب نیز نہیں کہ  
اس نعمت کا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ پایا جانا حیرت  
کا موجب ہوگا۔

شیعوں کے لغوی حوالے | (۱) شیعہ لغت  
مجمع البحرین میں لکھا

ہے:- "و محمد خاتم النبیین یحور  
فیہ فتح الماء وکسرہا فالفتح  
بمعنی الزینة ماخوذ من الخاتم  
الذی هو زینة للإبسہ"

کہ خاتم النبیین میں خاتم اور خاتم دونوں جائز  
ہیں اور خاتم کے معنی زینت اور خوبصورتی کے ہوں گے۔  
یہ انکو لٹی سے ماخوذ ہے جو کہ پہنے والے کے لئے موجب

جازات یا تہیہ الرسول"

(مجمع البیان زیر اہمیت مذکورہ)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کا لفظ رکھا ہے  
جس سے تمام مکلف انسان مراد ہیں۔ وہ  
بھی جن کے پاس رسول آپجئے اور وہ بھی  
بن کے پاس رسولوں کا آنا ممکن ہے۔

پس جب سب آدم زادوں کو نبیوں کے آنے کی خبر دی  
گئی ہے تو اس سلسلہ کا قیامت تک رہنا ضروری ہوا۔

۶- آیت قَوْحَبَّ لِيْ ذَرْتِيْ حُكْمًا وَجَعَلْتَنِيْ  
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ کے متعلق لکھا ہے کہ امام ہمدی یہ  
کہیں گے اور اس آیت کو اپنے اوپر چسپاں کریں گے۔  
گویا امام ہمدی مرسلین میں سے ہوں گے۔ (کتاب  
اکمال الدین ص ۱۸۹)

کیا اب ضرورت نبوت نہیں؟ | شیعوں کا معتبر  
کتاب میں لکھا

ہے:- "اگر کسی وقت میں نوح انسانی معلوم دعائی  
کی محتاج تھی تو اب بھی ہے۔ الا یہ کہ  
دیا جائے کہ کبھی انسان محتاج پیغمبر و  
امام و معلم دعائی نہ تھا اور بعثت مستقیم  
الہی معاذ اللہ فضول اور لغو ہے۔  
ورنہ جو اول ضرورت کو تسلیم کرتا ہے  
وہ اب بھی کہ چکا۔ جو پہلے انبیاء و  
اوصیاء و ائمہ کو مانتا ہے وہ  
اب بھی مانے گا اور وجود امام کو  
تسلیم کرے گا۔ وجود امام آخر الزمان

ذہبت ہوتی ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ پہلے اور پیچھے آنے والے

نبیوں کو اٹھائے گا۔

قابل غور ہے کہ اگر کسی نبی کے آنے کا امکان ہی نہیں

تو یہ پیچھے آنے والے نبی کون ہیں؟

حاضر و ماضیوں کی مستند کتاب اکمال الدین میں لکھا

ہے: "قالهداة من الانبياء والادوياء

لايجوز انقطاعهم مادامالتكليف

من الله عزوجل لازماً للعباد"

ترجمہ: جب تک بندے اللہ تعالیٰ کے احکام کے

مکلف ہیں تب تک ہدایت دینے والے نبیوں اور

وصیوں کا انقطاع جائز نہیں۔"

سورہ اللہ تعالیٰ کا قول تفسیر اقمی میں لکھا ہے

کہ اس نے غرۃ من الہدایہ کو ہاتھ میں لے کر کہا:-

"منك اخلق التبيين والمرسلين

وعبادي الصالحين والائمة المهتدين

والدعاة الى الجنة واتباعهم الى يوم القيا

ولا ابالي"

ترجمہ:- (اے قطرہ پانی!) میں تجھ سے قیامت تک نبی، رسول

نیک بندے، ہدایت یافتہ امام، بہت کچھ دعا اور نیک اتباع

پیدا کرتا رہوں گا اور تجھے کسی کی پرواہ نہ ہوگی۔"

ان حوالہ جات سے بالبداہت ثابت ہے کہ شیعہ

نقطہ نگاہ سے خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں کہ آپ کی

امت کے تمام ابواب نعمت مفتوح ہیں اور آپ سب سے

افضل نبی ہیں۔ لفظ خاتم النبیین انقطاع نبوت غیر تشریحی پر

دلیل نہیں ہے +

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔ "الخاتم لہما سبق و

الفاخ لہما اتلقت" کہ آپ کے آنے سے پہلے دور ختم ہو گئے

اور اب آپ نئے دور کے کھولنے والے ہیں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو

خاتم الاولیاء قرار دیا۔ (تفسیر صافی ص ۱۱۱)

(۴) علامہ محمد سبطین نے اپنے رسالہ الصراط

السوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم المعلمین

قرار دیا ہے۔

(۵) حضرت علیؑ نے اپنے آپ کو خاتم الوصیین

کہا ہے۔ (منار الہدی ص ۱۱)

(۶) مشہور شیعہ کتاب من لایحضرہ الفقیہ

کے ٹائٹیل پیج پر شیخ الصدوق کو خاتم المحدثین

لکھا گیا ہے۔

کیا شیعہ صاحبان ماننے کے لئے تیار ہیں۔ کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی معلم نہیں ہوا؟ حضرت

علیؑ کے بعد کوئی ولی یا وصی نہیں ہوا؟ یا جناب شیخ

الصدوق کے بعد کوئی محدث نہیں ہوا اور نہ آئندہ

ہوگا؟

تین فیصلہ کن حوالے

اول شیعہ تفسیر میں

"حشر اللہ الاولین والآخرین

من النبیین والمرسلین"

(تفسیر اقمی ص ۱۱۱)



# فصل چہارم

## احادیث نبویہ کی روشنی میں خاتم النبیین کا مفہوم

جناب مودودی صاحب نے پچودھ احادیث پیش کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:-

”اب سوال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر قرآن کو سمجھنے والا اور

اس کی تفسیر کا حقدار اور کون ہو سکتا ہے کہ وہ ختم نبوت کا کوئی دوسرا مفہوم بیان

کرے اور ہم اسے قبول کرنا کیا معنی قابل التفات بھی سمجھیں۔“ (ختم نبوت ص ۱۱)

بلاشبہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرآن مجید سمجھنے والے تھے اور بلاشبہ آپ کی تفسیر ہی اس بات کا حقدار ہے کہ اسے قبول کیا جائے اور اس کے مخالف کوئی

اودبات قابل اعتناء نہ ہو۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے مگر مودودی صاحب کا اس موقع پر یہ ارشاد ”کلمۃ حق

اروید بھا الباطل“ کا مصداق ہے۔

ہم مولانا مودودی صاحب کی پیش کردہ پچودھ روایات پر تفصیلی نظر ڈالنے سے قبل لفظ خاتم النبیین

کے معنوں کی تعین از روئے احادیث کرنے کے لئے تین بنیادی مسائل ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں:-

پہلا بنیادی مسئلہ | قرآن مجید میں لفظ خاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے

بطور مدح اور وصف وارد ہوا ہے۔ اس بارے میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ خاتم النبیین ہونا حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند ترین شان ہے اور یہ آپ کی ایسی فضیلت ہے جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں ہو سکتا

مودودی صاحب نے تیسرے نمبر پر جو حدیث پیش کی اس میں حضور نے فرمایا فضلت علی الانبیاء بسنتہ (صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر)

کہ مجھے سب نبیوں پر چھ فضیلتیں حاصل ہیں جن میں سے سب بڑی اور سب سے بڑی فضیلت یہ ہے ختم نبیوں

کہ مجھے خاتم النبیین بنایا گیا ہے۔ اس جگہ حدیث نبوی انا ستید الاولین والآخرین من النبیین (رواہ

الدیلمی) بھی قابل توجہ ہے۔

پس جب یہ طے ہو گیا کہ خاتم النبیین آنحضرت کی امتیازی فضیلت ہے تو اس کے معنوں کی تعین کرنے

وقت کبھی نہ ٹھونڈنا چاہئے کہ ایسے معنی کئے جاویں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ثابت ہو۔ اس مرحلہ پر ہم جناب مودودی صاحب اور ان کے سب ہمنواؤں کے

پُر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ محض زمانہ کے لحاظ سے پیچھے آنے اور آخری ہونے میں کیا وجہ تفضیلت ہے؟ جواب دیتے وقت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نازوی کی مندرجہ ذیل تھریج کو ضرور مد نظر رکھا جائے تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ تفضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر نہیں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی“ (تحدیر الناس ص ۳۱)

ہمارے نزدیک خاتم النبیین کے معنوں کو حل کرنے کے لئے مسئلہ ایک کلید ہے۔

دوسرا بنیادی مسئلہ | اس جگہ دوسرا بنیادی مسئلہ حضرت مسیح کی

آمد کا عقیدہ ہے۔ مولانا مودودی نے اپنے کتابچہ میں اس باب میں متعدد روایات درج فرمائی ہیں (جن پر ہم آگے چل کر اسی فصل میں بحث کر رہے ہیں۔) مولانا کو ان احادیث کے ظاہری معنوں پر اتنا اصرار ہے کہ آپ لکھتے ہیں کہ:-

”اس مقام پر یہ بحث پھیرنا بالکل لاجل ہے کہ وہ (حضرت مسیح) وفات پانچکے ہیں یا زندہ کہیں موجود ہیں بالفرض وہ وفات ہی پانچکے ہیں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اٹھانے پر قادر ہے۔ وگرنہ بیباک اللہ کی قدرت سے ہرگز بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو اپنی کائنات میں کہیں ہزار ہا سال تک زندہ رکھے اور جب چاہے دنیا میں واپس لے آئے۔“ (ختم نبوت ص ۵۵)

اس عبارت کو پڑھ کر بار بار تعجب ہوتا ہے کہ مولانا مودودی کے نزدیک صرف یہ بات ہی اللہ کی قدرت سے بعید ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امتی کو مسیح نامی کے مقام پر کھڑا کر کے باقی سب کچھ وہ خدا کی قدرت میں مانتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ہم چند اہل حدیث علماء کے ساتھ ریل کے ایک ہی ڈیر میں بدوہی سے لاہور آ رہے تھے تو ایک خوش طبع مولوی صاحب نے مجھے فرمایا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کو ”علیٰ کئی شئی قدیر“ مان لیں تو ہمارا آپ کا فوراً فیصلہ ہو جاتا ہے میں نے کہا کہ میں تو یہ ایمان رکھتا ہوں

بھیجنے کی بجائے عالم آخرت میں روک رکھتا ہے! خیر ہم اس جگہ وفاتِ مسیح پر بحث نہیں کر رہے ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مودودی صاحب مسیح کے دوبارہ آنے پر کتنے یقین کا اظہار کرتے ہیں اور ان کا آئناہیوں کے رو سے کتنا لازمی سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک وہ وفات بھی پاگئے ہوں تو دوبارہ زندہ کر کے بھیجے جائیں گے۔ مودودی صاحب کے اس عقیدہ سے مسئلہ ختم نبوت خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ مودودی صاحب ہزار تالیفیں کریں مگر وہ اپنے قلم سے اپنے رسالہ میں ایک فیصلہ کن حدیث نقل کر چکے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لیس بینی و بیتہ نبی و

انہ نازل۔

کہ مسیح اور میرے درمیان اور کوئی نبی نہیں اور وہ آئندہ نازل ہونے والے ہیں۔ مودودی صاحب نے یہ حدیث اپنے کتابچہ مسیح پر ورج کی ہے اس سے دوہم مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔

(۱) آنے والا مسیح موعود بہر حال نبی ہے۔

(۲) آنحضرت اور مسیح موعود کے درمیانی زمانہ میں

کوئی نبی آئیگا نہیں۔

دوسرے واضح نتیجہ سے ان تمام احادیث کی تشریح ہو جاتی ہے۔ بن میں لانسبی بعدی کے قسم کے الفاظ رکھا ہیں۔ گویا یہ نئی اس زمانہ سے متعلق ہے جو آنحضرت اور مسیح موعود کا درمیانی زمانہ ہے۔

پہلا نتیجہ بھی واضح ہے اگر مسیح موعود غیر نبی

کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو وہ صاحب زمانے لگے کہ کیا آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ حضرت مسیح کو آسمان پر لے جانے پر قادر ہے؟ میں نے بھٹ کہا کہ ہاں وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ مسیح کو آسمان پر لے جانے پر بھی قادر ہے۔ مولوی صاحب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ لو بھٹی اب فیصلہ ہو گیا۔ میں نے عرض کیا کہ ابھی ادھورا فیصلہ ہوا ہے ایک حصہ باقی ہے۔ میں نے کہا کہ وہ یہ کہ آپ بھی اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر مان لیں۔ مولوی صاحب نے فوراً کہا کہ ہم مسلمان تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو علیٰ کل شئی قہر مانتے ہیں میں نے کہا کہ اب پھر آپ میرے سوال کا جواب دیں اور وہ یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ حضرت میرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود بنانے پر قادر ہے؟ مولوی صاحب کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ وہ ایسا تو نہیں کر سکتا۔ ڈب میں قبضہ پڑ گیا اور میں نے کہا کہ لیجئے آپ نے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا ہے ورنہ ابھی مکمل فیصلہ ہو جاتا۔

مولانا مودودی صاحب کا دل وفاتِ مسیح کے واضح دلائل کے سامنے ان کی وفات کو ”فرس کر لینا“ ہے مگر پھر کہتا ہے کہ خدا انہیں دوبارہ زندہ کر کے لے آئے گا۔ غالباً محبتِ مسیح کے غلو میں یا اپنی ضد میں مولانا کو قرآن مجید کا ترمیم فیصلہ یاد نہیں رہا ورنہ وہ ایسی بات نہ کہتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیومك التورۃ قضی علیہا الموت (الزمر ۲۲) کہ جس جان پر ایک دفعہ موت وارد ہو جائے اسے اللہ تعالیٰ دنیا میں دوبارہ

ہوتا تو لیس بیسی و بیسہ نسبتی کہنا بیسی محی  
 ٹھہرتا ہے۔

خاتم النبیین کے معنوں کے سمجھنے کے لئے یہ  
 دوسری کلید ہے۔

تفسیر انبیاء کی مسئلہ | واقعات یوں ہیں کہ شہنہ  
 ہجری میں آیت خاتم النبیین

کا نزول ہوا۔ شہنہ ہجری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کا صاحبزادہ ابراہیم تولد ہوا اور فوت ہو گیا۔ اس کی  
 وفات پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا  
 لو عاش لکان صدیقاً نبیاً (ابن ماجہ  
 کتاب الجنائز) کہ اگر ابراہیم زندہ ہوتا تو نبی ہوتا۔

سنو رکابہ ارشاد آیت خاتم النبیین کے نزول کے بعد ہے  
 اور حقیقت یہ خاتم النبیین کی واضح تفسیر ہے۔

اس ارشاد نبوی سے واضح ہے کہ خاتم النبیین

کا لفظ آپ کے نزدیک صدیق نبی یا امتی نبی بننے میں

ہرگز روک نہیں۔ ورنہ اس موقع پر یوں ارشاد فرماتے

کہ اگر یہ زندہ بھی رہتا تب بھی مجاز بن سکتا کیونکہ میں

خاتم النبیین ہوں۔ مگر حضور نے جو ارشاد فرمایا اس کی

عیان ہے کہ خاتم النبیین تو صاحبزادہ ابراہیم کے نبی بننے

میں روک نہ تھا محض ان کا ذات یا پاتا روک تھا جس

سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کے باوجود امتی نبیوں کا

درداڑہ کھلا ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ کسی ہونہار

طالب علم کے فوت ہو جانے پر کہا جائے کہ اگر یہ زندہ

رہتا تو ایم۔ اسے کہ لیتا۔ ظاہر ہے کہ یہ فقرہ اسی صورت

میں کہا جائے گا جبکہ ایم۔ اسے پاس کرنا ممکن ہو۔ اسی طرح

لو عاش لکان صدیقاً نبیاً کا تقاضا ہے کہ امتی  
 نبوت کو اپنی ذات میں ممکن مانا جائے۔

حدیث لو عاش لکان صدیقاً نبیاً کے  
 متعلق لکھا ہے :-

”اما صححة الحدیث فلا شبهة

فیہا لاقہ رواہ ابن ماجہ

وغیرہ کما ذکرہ ابن حجر۔“

(الشہاب علی الیضاری جلد ۱ ص ۱۸۱)

امام ملا علی القاری اس حدیث کو تین طریقوں پر مروی

اور قوی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”لو عاش ابراہیم وصادقاً نبیاً

و کذا الوصاد عمر نبیاً لکانا

من اتباعہ علیہ السلام کعبیہ

والحضر والیاس علیہم السلام

فلایناقض قولہ تعالیٰ لکانا تم

النبیین اذ المعنی انہ

لا یأتی نبی بقرہ ینسخ ملکتہ

ولم یکن من امتہ وبقویہ

حدیث لوکان مومنی علیہ السلام

حیث لمان وسعہ الا اتباعی۔“

یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی

بن جاتے اسی طرح حضرت عمرؓ نبی بن جاتے

تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ یا

امتی نبی ہوتے جیسے علیؓ حضور اور یاس

علیہم السلام ہیں۔ یہ صورت خاتم النبیین

حدیث سے ہمیشہ کے لئے اُمتی نبوت کا نفی یا استدلال درست نہیں۔

(۲) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں معمول یہ تھا کہ ان میں نبی بادشاہ بھی ہوتا تھا جب کوئی نبی مرتا تو اس کا جانشین بھی بادشاہ ہی ہوتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ میری اُمت میں بادشاہت اور نبوت جمع نہیں ہوں گی۔ چنانچہ دیکھ لو ابو بکر، عمر، عثمان، علیؓ بادشاہ (خلیفے) تو ہوئے مگر نبی نہ تھے۔ اور جو نبی ہوا (یعنی مسیح موعود) وہ بادشاہ نہ ہوا۔

(۳) اس حدیث سے یہ نکالنا کہ آنحضرت صلعم کے بعد مطلقاً کوئی نبی نہیں ہوگا قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم نے آنے والے مسیح موعود کو سلم کی حدیث میں "نبی اللہ" کہہ کے پکارا ہے۔ (دیکھو مشکوٰۃ ص ۲۶۹) جب تائی و مشکوٰۃ ص ۱۶۱ المطابع ۱۹۶۱ء سلم جلد ۲ ص ۲۴۴)

(۴) یہ حدیث صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود کے درمیانی زمانہ کے لئے ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "لیس بینی و بینہ نبی و اقلہ نازل" (ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۳۸) اگر اس نازل ہونے والے اور میرے درمیان کوئی نبی نہ ہوگا۔

بخاری میں بھی "لیس بینی و بینہ نبی" کے الفاظ آئے ہیں۔ (بخاری جلد ۲ ص ۱۵۸ مصری کتاب پرر الخاق)

دوسری حدیث "مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کقصر" الحدیث (فخرنور دالی حدیث)

الجواب الاول :- یہ روایت قابل استناد

کے معنی نہیں کیونکہ خاتم النبیین کے قرین معنی ہیں کہ اب آنحضرت کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ قرار دے اور آپ کا اُمتی نہ ہوں ان معنوں کی تائید حدیث لو کان موسیٰ حیاً سے بھی ہوتی ہے کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے بغیر چاہہ نہ ہوتا۔ (موضوعات کبیرہ اعلیٰ القاری ص ۶۹)

یہ حدیث نبوی لو عاش لکان صدیقاً نبیاً تیسری کلید ہے جس سے وہ تمام اشکال حل ہوتے ہیں جو احادیث کے غلط معنی کو کے مودودی صاحب نے پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے

مؤدودی صاحب کی آیات کی پہلی حدیث

صاحب کی پیش کردہ احادیث کا تفصیلی جائزہ لیں۔

— کانت بنو اسرائیل تسوسهم  
الا نبیاء کلما هلك نبي خلقه

نبی ..... الخ

الجواب (۱) "سیکون فی اُمتی خلفاء" کے الفاظ جو حدیث میں آئے ہیں صاف بتا رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد قریب کا زمانہ مراد لیا ہے۔ جیسا کہ لفظ "من" سے ظاہر ہے جو مستقبل قریب کے لئے آتا ہے۔ یعنی میرے معاً بعد خلف ہوں گے اور معاً بعد نبی کوئی نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس

نہیں۔ کیونکہ بلحاظ روایت ضعیف ہے۔ یہ دو طریقوں سے مروی ہے۔ پہلے طریق میں زبیر بن محمد صحیح ضعیف ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے۔

”قال معاوية عن يحيى ضعيف  
وذكره ابو ذرعة في اسامى الضعفاء  
قال عثمان الدارمي له اغاليط  
كثيرة قال ال . في ضعيف  
وفي موضع اخر وليس بالقوي“  
(تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۴۹)

کہ زبیر صحیح امام بیہقی کے نزدیک اور ابو ذرعة کے نزدیک ضعیف ہے عثمان الدارمی کہتے ہیں کہ اس کی غلط روایات کثرت سے ہیں۔ نسائی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

اس حدیث کے دوسرے طریقہ میں عبد اللہ بن دینار مولیٰ عمر اور ابوصالح الخوزی ضعیف ہیں۔ عبد اللہ بن دینار کی روایت کو عقلمندی نے مخدوش قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۱۵) اور ابوصالح الخوزی کو ابن معین ضعیف قرار دیتے ہیں (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۱۳۱ و میزان الاعتدال مطبع جبر آباد جلد ۲ ص ۳۱۵)

الجواب الثانی :- باوجودیکہ اس روایت کے بعض راوی ضعیف ہیں۔ اگر بعرض بحث اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی بیان کردہ مفہوم غلط ہے بلکہ اس حدیث کا جو مطلب لیا جاتا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔ کیونکہ علماء کی

تشریح کے مطابق صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ایک اینٹ کی جگہ پُر کر دی۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے تو نبوت کے محل میں صرف ایک ہی اینٹ کی تھوڑی سی جگہ خالی رہ جاتی تھی۔ جیسے ایک بہت بڑے محل میں ایک معمولی سوراخ۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَوْلَاكَ لَمَا خُلِقَتِ الْاَفلاكُ۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں تمام جہان کو پیدا نہ کرتا۔

پس اس حدیث سے وہ مفہوم مراد نہیں ہے جو مولوی صاحبان بیان کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس حدیث میں شریعت کے محل کا ذکر ہے جس کو نبی تیر کرتے ہیں۔ انبیاء و ماسبق اپنے اپنے وقت میں ضرورت کے مطابق احکام شریعت لاتے رہے اور اس محل کیلئے مصالحت جمع ہوتا رہا۔ چونکہ عقل انسانی ارتقاء کے بلند ترین مقام تک ابھرتی نہیں پہنچتی تھی اسلئے وہ شریعتیں ناقص تھیں اور ان میں کمی باقی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریح لائے تو اس وقت تکمیل عقل انسانی ہو چکی تھی اور احکام شریعت کو سمجھنے کی اہلیت پیدا ہو چکی تھی۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آپ نے آکر پہلی شریعتوں کو بھی قرآن شریف میں شامل کر لیا۔ اور جو کمی باقی تھی اس کو بھی پورا کر کے شریعت کے محل کو مکمل کر دیا۔ قرآن مجید میں ہے ”يٰۤاَيُّهَا كِتٰبُ قِيَمٰةٍ“ گویا اس میں سب پہلی شریعتیں بھی شامل ہیں۔ فتح الباری جلد ۲ ص ۳۵ پر اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے۔ المراد هنا النظر

الحال الاكمل بالنسبة الى الشرعية المحمدية مع ما مضى من الشرائع الكاملة - کہ اس جگہ سابقہ شریعتوں کے مقابلے میں

فلا رسول بعدى ولا نبي  
(ترمذی مستدرک صحیح عن انس)

الجواب الثالث :- اس حدیث میں الانبیاء علیہم السلام کے بعد کسی اور نبی کی آمد کا ذکر نہیں ہے۔

جواب ملتا ہے۔ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کے چاروں راوی (۱) حسن بن محمد الزعفرانی، (۲) عثمان بن مسلم (۳) عبدالواحد بن زیاد (۴) المختار بن فلفل ضعیف ہیں۔ گویا سوائے حضرت انس کے شروع سے دیگر آخر تک تمام سلسلہ اسناد ضعیف راویوں پر مشتمل ہے حسن بن محمد الزعفرانی کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں :-

”ضعفه ابن قانع وقال الدارقطني قد تكلموا خيبه“ (ميزان الاحتدال جلد ۱ ص ۲۴۱ مطبوعہ حیدرآباد و مطبوعہ انوار مجری جلد ۲ ص ۲۱۲)

یعنی ابن قانع کہتے ہیں کہ حسن بن محمد ضعیف تھا دارقطنی کہتے ہیں کہ محمد بن عمار کے نزدیک اس راوی کی صحت کے بارے میں کلام ہے۔

اسی طرح دوسرے راوی عثمان بن مسلم کے متعلق ابو حنیفہ کہتے ہیں ”انکرنا عثمان“ (ميزان الاحتدال جلد ۲ ص ۲۴۳ حیدرآبادی) کہ ہم اس راوی کو قابل قبول نہیں سمجھتے۔

تیسرے راوی عبدالواحد بن زیاد کے متعلق لکھا ہے ”قال يحيى ليس بشيء“ (ميزان الاحتدال جلد ۲ ص ۱۵۶ مطبوعہ حیدرآباد) کہ کچھ کہتے ہیں۔ یہ راوی کسی کام کا نہیں ہے۔ اسی طرح چوتھے راوی مختار بن فلفل کے متعلق لکھا ہے ”مخطئ كثير أتكله فيه سليمان فعده“ (روایات المناکیر عن انس) (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۵۶)

من قبلي“ کا فقرہ بتاتا ہے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پہلے انبیاء پر ہی کا ذکر کیا ہے۔ بعد میں آنے والے انبیاء کا ذکر مقصود نہیں۔ اس قید سے غمنی طور پر بعد کے غیر تشریحی انبیاء کے آنے کا ثبوت مترشح ہوتا ہے۔ چونکہ آنحضرت کے بعد تشریحی نبی آنے والا نہ تھا اس لئے تشریحی نبیوں کے مد نظر من قبلی فرمایا گیا۔

الجواب الرابع :- غیر احمدی علماء بتلاش کر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو وہ اینٹ کہاں لگے گی؟ جہاں سے ان کے لئے گنجائش کا لوہا وہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے بھی گنجائش موجود ہے۔ اگر کہو عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں تو معلوم ہوا کہ ابھی عیسیٰ علیہ السلام والی اینٹ نہیں لگی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمانا چاہیے تھا کہ دو اینٹوں کی جگہ باقی ہے۔ ایک میں اور ایک عیسیٰ بن مریم۔ بہر حال یہ حدیث بھی امتی نبی کے منافی نہیں۔

تیسری حدیث | اس غیر پروردی صاحب نے حدیث فضلت علی الانبیاء بست درج فرمائی ہے جس پر ہم اسی فصل کے شروع میں زیر ”بنیادی مسئلہ نمبر ۱“ میں لکھ چکے ہیں۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

چوتھی حدیث | حدیث میں ہے ”ان الرسالة والنبي قد انقطع“

اس حدیث میں انبیاء علیہم السلام کے بعد کسی اور نبی کی آمد کا ذکر نہیں ہے۔

کہ یہ راوی روایت میں اکثر غلطی کرتا تھا۔ سلیمان نے کہا ہے کہ یہ راوی حضرت انسؓ سے ناقابل قبول روایات بیان کرنے والوں میں سے ہے۔ چنانچہ روایت زیر بحث بھی اس راوی نے انسؓ سے ہی روایت کی ہے لہذا محدثین کے نزدیک یہ روایت قابل انکار ہے اور حجت نہیں۔

جواب ۱۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:-

”ان النبوة التي انقطعت بوجود رسول الله صلعم انما هي نبوة التشريع لا مقامها فلا شرع يكون ناسخاً لشرعه صلعم ولا يزيد في شرعه حكماً آخر وهذا معن قوله صلعم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدى ولا نبي اى لا نبي يكون على شرع يخالف شرعى بل اذا كان يكون تحت حكم شريعتى“

(فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۴۳)

کہ وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہوئی ہے وہ صرف شرعی نبوت ہے نہ ذاتی نبوت۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کر نیوالی کوئی شریعت نہیں آسکتی۔ نہ اس میں کوئی

حکم کم کر سکتی ہے نہ زیادہ۔ پہنچتا ہی آنحضرت صلعم کے اس قول کے کہ ”ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدى ولا نبي“ یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر ہو۔ ہاں اس صورت میں نبی آسکتا ہے کہ وہ میری شریعت کے ماتحت آئے۔“

**پانچویں حدیث** ”انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ“

نبی“ (ترمذی جلد ۲ باب فضائل النبی صلعم)

جواب ۱۔ یہ روایت قابل حجت نہیں۔ کیونکہ اس کا ایک راوی سفیان بن عیینہ ہے جس نے یہ روایت زہری سے لی ہے۔ سفیان بن عیینہ کے متعلق لکھا ہے:-

”كان يُدلس قال احمد مخطئ في نحو من عشرين حديثاً عن الزهري عن يحيى بن سعيد القطان قال اشهد ان سفیان بن عیینة اختلط سنة سبع وتسعين و مائة فمن سمع منه فيها فسمعه لا شيء“

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۳۹ مطبوعہ حیدرآباد)

یعنی یہ راوی تدلیس کیا کرتا تھا امام



صاف بتا رہا ہے کہ یہ ترجمہ کسی ایسے آدمی نے کیا ہے جو  
اس حدیث کو ایسے لوگوں کے سامنے بیان کر رہا تھا جو  
فصح عرب نہ تھے۔ چنانچہ حضرت ملا علی القاری نے  
صاف فرمادیا ہے :-

”الظاهر ان هذا تفسير  
للصحابي او من بعده وفي  
شرح مسلم قال ابن الاعرابي  
العاقب الذي ينفذ في الخير  
من كان قبلة“ (مرقاة شرح مشکوٰۃ  
جلد ۲ ص ۳۲۵، برعاشیہ مشکوٰۃ مجتہبی  
باب السماء النبی)

پس صاف ظاہر ہے کہ ”العاقب  
الذی لیس بعدہ نبی“ کس صحابی  
یا بعد میں آنے والے کسی شخص نے بطور  
تشریح بڑھا دیا ہے اور ابن اعرابی  
نے کہا ہے کہ عاقب وہ ہوتا ہے جو  
کسی اچھی بات میں اپنے سے پہلے کا  
قائم مقام ہو۔

چھٹی حدیث | ”اَنَا اَخِرُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَنْتُمْ  
اَخِرُ الْاُمَّمِ“

جواب ۱۔ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ ابن ماجہ  
نے بن راویوں سے اسے نقل کیا ہے ان میں سے عبدالرحمن  
بن محمد الحارثی اور اسمعیل بن رافع (الوراق) ضعیف  
ہیں۔ عبدالرحمن بن محمد کے متعلق لکھا ہے :-  
”قال ابن معين يروي المناذير عن“

احمد کہتے ہیں کہ زہری سے قریباً ہمیشہ  
روایات میں اس نے غلطی کی ہے (یہ  
عاقب والی روایت بھی اس نے زہری کا  
ہی سے لی ہے)۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں  
کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ سفیان بن  
عیین کے ہاں اس شخص میں بجا نہ ہے  
تھے۔ پس جو نے اس سال (یا اسکے  
بعد) اس سے روایت لی ہے وہ  
بے حقیقت ہے۔“

اس روایت کے دوسرے راوی زہری کے متعلق  
بھی لکھا ہے۔ ”کان يبدل في السناد“ (میزان  
الاستدال مطبوعہ میدرا آباد جلد ۲ ص ۱۱۱) و انوار محمدی  
جلد ۲ ص ۱۲۸) کہ یہ راوی کبھی کبھی تدلیس بھی کر لیا کرتا تھا۔  
پس اس روایت میں بھی اسی راوی نے از راہ تدلیس  
”والعاقب الذی لیس بعدہ نبی“ کے الفاظ  
بڑھا دیئے۔ کیونکہ شمائل ترمذی شریف مجتہبی میں یہاں  
یہ حدیث ہے وہاں ”والعاقب الذی لیس بعدہ  
نبی“ کے الفاظ کے اوپر بن اسطور لکھا ہے۔ ”هذا  
قول الزهري“ کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول  
نہیں بلکہ زہری کا اپنا قول ہے۔ (شمائل ترمذی مجتہبی  
مطبوعہ ۱۳۲۲ھ ص ۱۱۱)

جواب ۲۔ ”عاقب“ عربی لفظ ہے  
اور صحابہؓ بن کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کلام  
فرماتے تھے وہ بھی عرب تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کو ترجمہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ ترجمہ ہی

المجهولین قال عبد الله بن احمد بن حنبل عن ابيه ان المحدثين كان يذلس . . . . قال ابن سعيد كان كثير الغلط (میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۱۰۱ و تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۰۱) کہ ابن معین کہتے ہیں کہ یہ راوی مجہول راویوں سے ناقابل قبول و ایسا بیان کیا کرتا تھا۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ راوی تلمیذ کیا کرتا تھا . . . . ابن سعید کہتے ہیں کہ یہ راوی بہت غلط روایات کیا کرتا تھا۔

اس حدیث کا دوسرا راوی ابو رافع الخلیل بن رافع بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ لکھا ہے:-

"ضعفه احمد وعیسیٰ و جماعہ" قال الدارقطنی متروک الحدیث قال ابن عدی احادیثہ کلہا فیہا نظر (میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۱۰۱) حیدر آبادی

یعنی امام احمد بن حنبل اور ایک محدثین نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دارقطنی اسے متروک الحدیث کہتے ہیں اور ابن عدی کے نزدیک اس کی تمام روایات مشکوک ہیں۔

جواب ۱۔ حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ اس میں ان انبیاء کا ذکر ہے جو انہی امت بناتے ہیں۔ پس جو نبی انہی شریعت لے کر آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار اور متابعت سے باہر ہو کر دعویٰ نبوت کریں صرف ان کے انقطاع کا اس حدیث سے استدلال ہو سکتا ہے۔

**ساتویں حدیث**

اسی نمبر پر مودودی صاحب نے مسند احمد سے لافحی بعدی کو دہرایا ہے جس پر دسویں حدیث کے ذیل میں تفصیلی جواب درج کیا جا رہا ہے۔

**آٹھویں حدیث**

لا نبوة بعدی الا المبعثرات میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے صرف بشارت بیٹے والی باتیں ہیں۔ (تختم نبوت ص ۱۰۱)

لفظ بعدی پر بحث لانی نبی بعدی حدیث غلط کے ضمن میں درج ہے۔ المبعثرات خود نبوت کا حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا نُوسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أُمُورًا مَبَشِّرًا وَمُنذِرًا (انعام: ۱۲۸) کہ ہم ان لوگوں کو بشارت اور منذر بنا کر ہی بھیجا کرتے ہیں۔ عام آدمی کے مبشرات محض خواب ہی مل سکتی ہیں اور انبیاء کے مبشرات علی الترتیب کشف الہام اور وحی غیر تشریحی کی صورت میں ہوتے ہیں۔ پس اس حدیث سے بھی نفی صرف تشریحی نبوت کی ثابت ہوتا ہے۔

**نویں حدیث**

"لو كان بعدی نبی لكان عمر" (ترمذی جلد ۲ ص ۲۰۱) کہ اگر میرے بعد

اسی نمبر پر مودودی صاحب نے مسند احمد سے لافحی بعدی کو دہرایا ہے جس پر دسویں حدیث کے ذیل میں تفصیلی جواب درج کیا جا رہا ہے۔

علامہ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:- اللام في النبوة للعهد والمراد بنبوته والمعنى لم يبق بعد النبوة

کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔

ابن داؤد کہتے ہیں کہ یہ راوی حجاج کے  
اس لشکر میں شامل تھا جنہوں نے  
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کیا  
اور گھمانیوں سے کعبہ پر پتھر برسائے  
تھے۔

الجواب ص ۱۔ ترمذی میں یہ حدیث موجود ہے مگر  
اس حدیث کے آگے لکھا ہوا ہے۔ ہذا حدیث حسن  
غریب لا نعرفہ الا من حدیث مشرح بن  
ہاعان۔ (ترمذی حوالہ مذکورہ بالا) کہ یہ حدیث حسن  
غریب ہے۔ اور حدیث غریب وہ ہے جس کا ایک ہی  
راوی ہوتا ہے۔ وہ حجت نہیں ہوتی۔

پس یہ روایت اس شخص کی ہے جس نے کعبہ پر گباری  
کی اور پھر اس روایت میں وہ منفرد بھی ہے اور اس امر  
میں محدثین کا اتفاق ہے کہ مشرح بن ہاعان کی ایسی روایات  
جن میں وہ منفرد ہو قابل قبول نہیں ہوتیں۔

امام ترمذی نے اس روایت کو غریب اسلئے  
کہا ہے کہ یہ روایت صرف ایک ہی راوی مشرح بن  
ہاعان کے طریقہ سے مروی ہے۔ مشرح بن ہاعان کے  
متعلق لکھا ہے۔

الجواب ص ۱ (الف) اس حدیث کی دوسری  
روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا۔  
"لَوْلِمَّا بُعِثْتُ لِبُعِثْتُ يَا عُمَرُ" (مرقاة شرح  
مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۲۹۹ نیز بر حاشیہ مشکوٰۃ مجتہد باب التائب)  
یہ حدیث صحیح ہے (تعمقات سیوطی ص ۱۷۱)

"قال ابن حبان في الضعفاء  
لا يتابع عليها فالصواب ترك  
ما انفرد به قال ابن داؤد  
انه كان في جيش الحجاج  
الذين حاصروا ابن الزبير  
ورموا الكعبة بالطنجنيق"  
(تهذيب التهذيب ص ۱۵۵ و میزان

(ب) "لَوْلِمَّا بُعِثْتُ فَيَكُ لِبُعِثْتُ عُمَرُ  
فِيكُمْ" (کنوز الحقائق جلد ۲ ص ۱۵۱) یعنی اگر میں مبعوث  
نہ ہوتا تو عمرؓ تم میں مبعوث ہو جاتا۔ چونکہ حضرت علیؓ نے  
علیہ وسلم مبعوث ہو گئے اسلئے عمرؓ نبی نہ بنے۔ پس اس  
حدیث سے بھی مطلق نبوت کی نفی نہیں ہوتی۔

الاعتدال جلد ۲ ص ۲۴۴ و جلد ۳ ص ۱۷۱)  
یعنی مشرح بن ہاعان کو ابن حبان نے  
ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس  
کی روایات کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اور  
صحیح بات یہ ہے کہ جس روایت کا یہ کیلا  
ہی راوی ہو وہ روایت درست تسلیم  
نہ کی جائے بلکہ ترک کر دی جائے۔

انت متی بمنزلة هارون  
وسوى حدیث من موسى الا انه لا ينجا  
بعدي - (بخاری)

الجواب ص ۱۔ اس حدیث کی دوسری روایت  
ہے۔ قال عليه السلام: يا عليُّ اُما ترضى ان  
تكون متي كهارون من موسى غير انك لست

نیسیاً (الطبقات الكبرى جلد ۱ صفحہ ۱۰۸) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسے علی! کیا تو خوش نہیں کہ تجھے ایسا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ہارون تھے۔ مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد تو نبی نہیں ہوگا۔ لست نبیاً نے لافیتی بعدی کی تشریح کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب عام نہیں بلکہ خاص حضرت علیؑ کے لئے ہے۔ پھر یہ مشابہت بھی غزوہ تبوک کے عرصے سے متعلق ہے دائمی نہیں ورنہ وہی فتنہ "پیدا ہو جائے گا جس سے مودودی صاحب ڈرتے ہیں۔

جواب ۱۷۔ اسی بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعینہ اسی ہی ایک اور حدیث ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم اذا هلك كسرى خلاً كسرى بعدة و اذا هلك قيصر فلا قيصر بعدة (بخاری کتاب الایمان النور باب کیف كانت یحییٰ النبیؑ جلد ۱ صفحہ ۱۰۸) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسری مرے گا تو اس کے بعد کوئی کسری نہ ہوگا اور جب یقصر مرے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔

اپنے متعلق "لا نبی بعدی" اور قیصر کے متعلق "لا قیصر بعدی" فرمایا۔ کیا قیصر کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا؟ اگر ہوئے ہیں اور نسل بعد نسل ہوتے رہے ہیں تو پھر حدیث لا قیصر بعدی کے کیا معنی ہیں؟ اگر اس کے معنی یہ ہیں کہ اس قیصر یا کسری کے بعد اس شان کے قیصر اور کسری نہ ہوں گے۔ جیسا کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱ میں لکھا ہے "معناه

فلا قیصر بعدی یمثلک مثل ما یمثلک ہو" کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یقصر مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی ایسا قیصر نہ ہوگا جو اس طرح حکومت کرے جس طرح یہ کرتا ہے۔ تو لافیتی بعدی کا مطلب بھی یوں ہوگا کہ آپ جیسا نبی آپ کے بعد نہیں ہوگا کبھی "لا" موصوف کی صفت کے کمال کی نفی کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ مشہور مقولہ ہے "لا فیتی الا علی ولا سیف الا ذو الفقار" کیا حضرت علیؑ کے بعد کوئی جوان نہیں ہوگا؟ اور کیا ذو الفقار کے بعد کوئی تلوار نہیں بنی؟ یقیناً جوان ہوئے ہیں اور تلواریں بنی ہیں۔

پس مقولہ بالامین علیؑ جیسے جوان کی اور ذو الفقار جیسی تلوار کی نفی ہے مطلق نہیں اسی طرح لافیتی بعدی میں لافیتی کمال صفت نبوت کے لئے آیا ہے۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ حدیث لا ہجرۃ بعد الفتح کی تشریح میں فرماتے ہیں "واما قوله علیه السلام لا ہجرۃ بعد استخ قالہ راہ الهجرة المخصوصة" (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۸۰ مطبوعہ مصر زبیر آیت ان الذین آمنوا و ہاجرُوا و اذا جاہدُوا یا موارہم)

یعنی حضور کا ارشاد "لا ہجرۃ بعد الفتح" کا مطلب یہ نہیں کہ فتح مکہ کے بعد ہر قسم کی ہجرت بند ہو گئی ہے بلکہ ایک خاص ہجرت مراد ہے جو کہ مکہ سے مدینہ کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوئی تھی۔ بعینہ اسی طرح لافیتی بعدی میں بھی ہر قسم کی نبوت مراد نہیں بلکہ ایک مخصوص نبوت کا انقطاع مراد ہے جو

شریعت جدیدہ کی حامل ہو اور جو قرآنی شریعت کو منسوخ کرے۔ نیز براہ راست ہو۔

جواب ۲۔ پھر اس حدیث میں لفظ "بعدي" بھی غور طلب ہے۔ قرآن مجید میں لفظ "بعدي" معنات اور مخالفت کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے۔

(۱) قِيَامِي حَدِيثٌ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ (جاثیہ) کہ اللہ اور اس کی آیات کے بعد کونسی بات پر وہ ایمان لائیں گے؟ اللہ کے بعد کا کیا مطلب، کیا اللہ کے فوت ہونے کے بعد؟ یا اللہ کی غیر حاضری میں ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ دونوں معنی باطل ہیں۔ پس "بعدي" کا مطلب یہی ہو گا کہ اللہ کے خلاف، اللہ کو چھوڑ کر۔ پس یہی معنی "لانیقی بعدی" کے بھی ہو سکتے ہیں یعنی مجھ کو چھوڑ کر یا میرے خلاف رہ کر کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(۲) حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَأَوْلَتْهُمَا كَذَابًا يَخْرُجَانِ بَعْدِي أَحَدُهُمَا الصَّنِيعِيُّ وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ (بخاری کتاب المغازی وفد بنی نمیر جلد ۳ ص ۱۸۱) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب میں میں نے سونے کے جو دو کنگن دیکھے اور ان کو پھونک مار کر اڑایا۔ تو اس کی تعبیر میں نے یہ کی کہ اس سے مراد دو کذاب ہیں جو میرے بعد نکلیں گے۔ پہلا اسود غنسی ہے اور دوسرا سلمہ ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "یَخْرُجَانِ بَعْدِي" فرمایا ہے۔ کہ وہ دونوں کذاب "میرے بعد" نکلیں گے۔ یہاں "بعدي" سے مراد

"غیر حاضری" یا "وفات" نہیں بلکہ "مخالفت" ہے۔ کیونکہ مسیلہ کذاب اور اسود غنسی دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مدعی نبوت ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کھڑے ہو گئے تھے۔ اسی طرح لانیقی بعدی میں بھی "بعدي" سے مراد یہ ہے۔ کہ میرے دم مقابل اور مخالفت ہو کر کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

لَا نَبِيَّ بَعْدِي  
اور علماء سلف  
جو معنی کئے ہیں بزرگان امت نے بھی مختلف زمانوں میں اس

کے یہی معنی بیان کئے ہیں۔

(۱) حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:-

"وهذا معنى قوله صلعم

ان الرسالة والنبوة قد

انقطعت فلا رسول بعدى و

لانىقى - اى لانىقى بعدى

يكون على شرع يخالف شرعى

بل اذا كان يكون تحت حكم

شريعتى" (فتاویٰ کبریٰ ص ۴۲)

یہاں معنی میں حدیث ان الرسالة

والنبوة قد انقطعت اور "لانىقى

بعدي" کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت

کے خلاف کسی اور شریعت پر عمل کرتا

ہو۔ ہاں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں: "ومعنى بعدى ان جاخري امت" (قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص ۲۰۲)

نہیں کیونکہ لانی نبی بعدی فرمانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپ کی شریعت کو موقوف کرے۔“

(۴) نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

”ہاں لانی نبی بعدی آیا ہے جس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نیکر نہیں آئے گا۔“ (اتر اب الساعۃ ص ۱۱۲)

یہ حدیث ”لانی نبی بعدی“ سے مرسم کی نبوت کا انقطاع ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس میں امتی نبی کے آنے کی ہرگز ممانعت بیان نہیں ہوئی۔

گیارہویں حدیث

الجواب (۱) میں کی تعیین ہی بتاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر بھی نہ آئے گا۔ ورنہ آنحضرت فرماتے کہ بولھی آئیں گے جوڑے ہی آئیں گے۔ میں کے عدد کا تعیین نہ فرماتے۔

الجواب ص ۱۱۲ (الف) ترمذی اور ابوداؤد کے علاوہ ابن کثیر اور ابوداؤد کا صاحب نے دیا ہے بخاری میں بھی یہ روایت ہے مگر یہاں تک اس حدیث کے راویوں کا تعلق ہے قابل استناد نہیں۔ کیونکہ بخاری نے اسے ابوالیمان سے بطریقہ شیب و ابوالزناد نقل کیا ہے۔ ابوالزناد کے متعلق رابعہ کا قول ہے کہ ”کیس

کی شریعت کے ماتحت ہو کر آئے تو پھر نبی ہو سکتا ہے۔“  
(۲) حضرت امام شعرانی ۲ اپنی کتاب الیواقیت الجواب میں فرماتے ہیں :-

”وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم

لانی نبی بعدی ولا رسول المراد

بہ لا مشرع بعدی۔“

(الیواقیت و ابوابہ ص ۱۱۲)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد

”لانی نبی بعدی ولا رسول“ سے

مراد یہ ہے کہ میرے بعد صاحب شریعت

کوئی نبی نہیں ہوگا۔“

(۳) لغت کی کتاب تکرار مجمع البحار میں اس کے مصنف

امام محمد ظاہر فرماتے ہیں :-

”وهذا ایشا لا ینافی حدیث

لانی نبی بعدی لانی لا یراد لا

نبی ینسخ شرعہ۔“

(تکرار بحار ص ۱۱۲)

کہ حضرت عائشہ کا قول قولوا انہ

خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا

نبی بعدہ (کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں مگر

یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ

آئے گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی حدیث لانی نبی بعدی کے مخالف

بشقة ولا رضى" (میزان الاعتدال مطبوعہ بیروت  
جلد ۳ ص ۳۳) کہ یہ راوی نہ ثقہ ہے اور نہ پسندیدہ۔  
ابوالیمان راوی ہے یہ روایت شعیب کے نام سے روایت  
کی ہے۔ حالانکہ لکھا ہے "لم یسمع ابو الیمان  
من شعیب" (میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۷ مطبوعہ  
حیدرآباد) کہ ابوالیمان نے شعیب سے ایک حدیث بھی نہیں  
سنی۔ امام احمد بن حنبل نے بھی یہی فرمایا ہے۔ پس یہ روایت  
قابل استناد نہ رہی۔

(ب) آئین دجالوں والی حدیث کو ترمذی نے  
بہیں طریقہ سے نقل کیا ہے اس کی اسناد میں ابوقلابہ اور  
ثوبان ذکور اور ان کا قابل اعتبار ہیں۔ ابوقلابہ کے متعلق  
تو لکھا ہے کہ لیس ابو قلابہ من فقہاء التابعین  
وهو عند الناس معدور في البله انه مدلس  
عمن لحقهم وعمون لم یلحقهم" (میزان الاعتدال  
جلد ۲ ص ۲۲ مطبوعہ حیدرآباد۔ نیز تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۲۲  
کہ ابوقلابہ فقہاء میں سے نہ تھا بلکہ وہ ابلہ مشہور تھا اور  
جو اس سے ملا اس کے بالے میں اور جو اس سے نہیں ملا اس  
کے بالے میں وہ تدلیس کیا کرتا تھا۔ اس طرح ثوبان کے  
متعلق ازوی کا قول ہے کہ "یتکلمون فیہ" (میزان  
الاعتدال حیدرآباد جلد ۱ ص ۱۱) کہ اس راوی کی صحت  
میں اہل علم کو کلام ہے۔

ترمذی کے دوسرے طریقہ میں عبد الرزاق بن حاتم  
اور معمر بن راشد ذکور راوی ضعیف ہیں۔ عبد الرزاق بن  
حاتم تو شعیبہ تھا۔ قال النسائی فیہ نظر۔ قال  
العیاض العنبری..... انه کذاب والواقعی

اصدق منہ۔ کان عبد الرزاق کذاباً یسرق  
الحدیث" (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۱) کہ نسائی  
کے نزدیک وہ قابل اعتبار نہیں اور عباس بن عمری کہتے  
ہیں کہ وہ کذاب تھا اور واقعی سے بھی زیادہ چھوٹا  
تھا۔ یہ شخص کذاب تھا اور حدیث چوری کیا کرتا تھا۔

(ج) ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راویوں  
میں ابوقلابہ اور ثوبان بھی ہیں جن کے متعلق ضمن باب  
مذہبہ بالامین ذکر ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ سلیمان  
بن حرب اور محمد بن عیسیٰ بھی ضعیف ہیں۔ سلیمان بن حرب  
کے متعلق خود ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ راوی ایک حدیث  
کو پہلے ایک طرح بیان کرتا تھا لیکن جب کبھی دوسری دفعہ  
اسی حدیث کو بیان کرتا تھا تو پہلی سے مختلف ہوتی تھی۔  
اور خطیب کہتے ہیں کہ یہ شخص روایت کے الفاظ میں تبدیلی  
کرتا کرتا تھا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۱۱)

محمد بن عیسیٰ کے متعلق خود ابوداؤد کہتے ہیں۔  
"رَبِيعًا يَدْلِسُ" (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۱۱)  
کہ کبھی کبھی تدلیس کر لیا کرتا تھا۔

ابوداؤد کے دوسرے طریقہ میں عبد العزیز بن محمد  
اور الحلا بن عبد الرحمن ضعیف ہیں۔ عبد العزیز بن محمد کو  
امام احمد بن حنبل نے خطا کار۔ ابو زرعم نے "سیئ الخفظ"  
اور نسائی نے کہا ہے کہ "لیس بالقوی" (قوی نہیں)  
ابن سعد کے نزدیک "کثیر الخلط" تھا۔ (تہذیب التہذیب  
جلد ۱ ص ۲۵)

اسی طرح ابوداؤد والی روایت کا دوسرا راوی الحلا  
بن عبد الرحمن بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کے متعلق ابن معین

حجج الکرامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ دجالوں کی تعداد پوری ہو چکی ہے۔ چنانچہ ان کی اصل عبارت بزبان فارسی حسب ذیل ہے :-

”بالجملہ آنچه حضرت صلعم اخبار بوجود  
دجالین کذا بین ویدیں امت فرموده و واضح شد“

(حجج الکرامہ ص ۲۳۹)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس  
امت میں دجالوں کی آمد کی خبر دی تھی

وہ پوری ہو کر تعداد مکمل ہو چکی ہے۔ (نیز دیکھو  
غرضیکہ خواہ ۲۴ دجالوں کی آمد کی پیش گوئی ہو خواہ تیس  
کی بہر حال وہ تعداد پوری ہو چکی ہے۔ پس اس حدیث ثلاثون  
دجالون کذا ابون کی بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام  
پر اعتراض کرنا عقل، نقل اور کتابت علماء کے خلاف ہے۔

۱۲ | تعداد کان فیمن کان  
بارھویں حدیث | قبلکہ من بنی اسرائیل

رجال یكلمون من غیر ان یكونوا انبیاء  
فان یكن من امتی احد فحمر۔ (بخاری)  
تم سے پہلے جو بنی اسرائیل گزرتے ہیں ان میں ایسے لوگ  
ہوتے ہیں جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی  
ہوں میری امت میں اگر کوئی ہوا تو وہ حمر ہوگا۔

اس حدیث پر مولوی مودودی صاحب لکھتے ہیں :-

”اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کے بغیر

مخاطبہ الہیہ سے سرفراز ہونے والے

بھی اس امت میں اگر کوئی ہوتے تو

وہ حضرت عمرؓ ہوتے۔“ (ختم نبوت ص ۱۹)

کہتے ہیں: هؤلاء الاربعة لیس حدیثہم  
حجة۔ (۱) سہیل بن ابی صالح (۲) العلافین  
عبدالرحمن (۳) عاصم بن عبید اللہ (۴) ابن  
عقیل (تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۱۳۵) ان چاروں کی  
حدیث حجت نہیں ہے۔

پس جہاں تک راویوں کا تعلق ہے یہ روایت قابل  
استناد نہیں۔

الجواب ۳۔ اگر یہ حدیث صحیح تسلیم کی جائے  
تو یاد رکھنا چاہیے کہ مسلم کی شرح اکمال الاکمال میں لکھا ہے:-

”هذا الحدیث ظہر صدقہ

فانہ لوعبد من تنبأ من

زمانہ صلعم الی الان بلغ

هذا العدد و یعرف ذلك

من یطالع التاریخ“

اکمال الاکمال جلد ۵ ص ۵۵ (مصری) کہ

اس حدیث کی سچائی ثابت ہو گئی ہے

کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

لیکھا آج تک کے نبوت کے چھوٹے چھوٹے

کو گنا جائے تو یہ تعداد پوری ہو چکی ہے

اور اس بات کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو

تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے۔

اس کتاب کے لکھنے والے ۱۸۲۸ء میں فوت ہوئے ہیں

گو یا چار سو سال گزرتے کہ تیسرا دجال آچکے۔

(۴) نواب صدیق حسن خان صاحب آصف

بھوپال حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے قبل اپنی کتاب

سہ بخاری کے حاشیہ پر بحوالہ کرنا ہی لکھا ہے کہ اس جگہ ان شک کے لئے ہمیں آیات ائید کے لئے آیا ہے :-





علامة العلماء وارث الانبياء

اخرا المجتهدين

(الاشباه والنظائر جلد ۳ - ص ۳۱۷)

(مطبوعہ حیدرآباد)

گویا امام ابن تیمیہ اخرا المجتهدین تھے۔

کیا ان کے بعد کوئی مجتہد نہیں ہوا؟

آر.و.و: ڈاکٹر محمد اقبال اپنے استاد

داغ کار مرثیہ لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ

چل بسا داغ آہ میت اس کی زیر پوش ہے

آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

گویا داغ دلی کا آخری شاعر تھا۔ اسی مرثیہ میں

آگے چل کر ڈاکٹر صاحب موصوف کہتے ہیں کہ

چل دیئے ساتی جو تھے میخانہ خالی رہ گیا

یادگار بزم دلی ایک عالمی رہ گیا

(بانگِ دراصلہ)

گویا داغ کے بعد عالمی بزم دلی کا یادگار ہیں۔

نیز داغ کے بعد آج دلی میں سینکڑوں شاعریں ہیں۔

ممودودی صاحب کی حدیث انا اخرا الانبياء

خود سزاختم تشریح کا جواب

المساجد اپنے معنی

خود بتا رہی ہے۔ جو معنی مسجد نبوی کے آخری مسجد ہونے

کے لئے جائیں گے وہی معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

آخری نبی ہونے کے ہونگے۔ اگر "آخری مسجد" کوئی تاویل

کی جائے گی تو وہ بھی تاویل "آخری نبی" کی بھی ہوگی اور حجاب

ممودودی صاحب اس پر سخت برہم ہیں اور کہتے ہیں کہ

مقصود ہے۔ یا جس میں وہ نماز پڑھی جائے جو میری مسجد

میں نہ پڑھی جاتی ہو۔ یا جس کا قبضہ اور ہو پس ہر مفہوم

میں یہاں "اخرا المساجد" آیا ہے اسی مفہوم میں آخر

الانبياء آیا ہے یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں

آ سکتا ہو نہ نبی شریعت لائے یا میری شریعت کے خلاف

ہو۔ یا میری اتباع اور متابعت سے باہر ہو کر نبوت کا

دعوئی کرے۔

لفظ آخر کی مثالیں | عربی: ایک عرب شاعر

کہتا ہے کہ

شَرِي دُرِّي وَ شُكْرِي مِنْ بَعِيثِي

لَا خَيْرَ غَالِبٍ أَبَدًا سَرِيحُ

(بحر اسع باب الادب)

اس شعر کا ترجمہ مولوی ذوالفقار علی صاحب

دیوبندی جو بحار کے شارح ہیں ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

"ربيع ابن زياد نے میری دوستی

اور شکر وہ رہ بیٹھے ایسے شخص کے لئے

جو نبی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کیلئے

عديم المثل ہے خرید لیا ہے۔"

گویا "آخر" کا ترجمہ "ہمیشہ کے لئے عديم المثل"

ہو لیں انہی معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی

آخر الانبياء یعنی ہمیشہ کے لئے عديم المثل ہیں۔

(۲) امام جلال الدین سیوطی نے امام ابن

تیمیہ کے متعلق لکھا ہے:-

"سيدنا الامام العالم العلامة

امام الائمة قدوة الامة

مسجد نبوی کے بیچ یہ تو مسجد بنی رہیں گی مگر بائیں ہمہ  
دریہ منورہ کی مسجد آخری مسجد رہے گی لیکن اگر آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اتباع میں کوئی امتی  
نبی پیدا ہو جائے جو آپ کے دین کی اشاعت کیلئے  
کھڑا ہو تو آنحضرت کا آخری نبی ہونا غلط قرار پاتا ہے  
یا اللہ جب۔

مودودی صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

دو حضور کے ارشاد کا منشا یہ

ہے کہ اب چونکہ میرے بعد کوئی نبی

آئے والا نہیں اسلئے سب سے پہلی نبی

کے بعد دنیا میں کوئی پوچھی مسجد ایسی

بننے والی نہیں ہے جس میں نماز پڑھنے

کا ثواب دوسری مسجدوں سے

زیادہ ہو۔" (حاشیہ صفحہ ۲۱)

جو اب ان گزارش ہے کہ کیا حضرت عیسیٰ نبی اللہ

بھی آنے والے نہیں؟ پھر یہ سوال بھی ہے کہ جب

وہ بقول آپ کے امت میں پالیں گے تو کیا

ہو کر رہیں گے اور ساری دنیا کو مسلمان بنائیں گے تو

کیا وہ مسجد بنانے کا خیال تک بھی دل میں نہ لائیں گے؟

کیا دنیا بھر میں تو مسلمانوں کے لئے کسی ایک جگہ بھی

حضرت عیسیٰ مسجد تعمیر نہ کریں گے حالانکہ وہ صاحب

اقتدار اور امام ہوں گے؟ ہمیں یقین ہے کہ

صرف مودودی صاحب ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت

عیسیٰ پالیں گے یا نہیں ایک مسجد بھی نہ بنائیں گے، تا

زیادہ ثواب والی پوختھی مسجود بن جائے۔ نیز عرض

ہے کہ اگر آخر المساجد کے معنی زیادہ خواہاں

مسجدوں میں سے آخری ہے مطلق مساجد میں سے

آخری نہیں تو اسی طرح آخر الانبیاء کے معنی مندرجہ

لانے والے نبیوں میں سے آخری نبی کیوں نہ کہ جاوید

اندریں سورت مطلق انبیاء میں سے بلحاظ زمانہ آخری

قرار نہ پائیں گے بلکہ آخری شارع نبی قرار پائیں گے۔

خاتم النبیین اور منیر الانبیاء کے احادیث

نہایت لطیف علمی معنی ثابت ہے

جو یہ ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات اسماء و صفات

کے مطابق ہیں برہان اللہ تعالیٰ کے شانہ سے امام

ذکر ہوئے ہیں وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی

شانہ سے متعلق نام مودودی ہیں۔ امام ندوی نے کافی

ابو بکر بن العربی کی کتاب احکام القرآن کے حوالہ سے

لکھا ہے قال: من الصوفیۃ لله تعالیٰ العت

ازیم۔ للتبوی سلی اللہ علیہ وسلم الت اسم

در قاتی ہجرت مثلاً کہ بعض صوفیاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

کے ہزار اسماء میں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے بھی ہزار نام ہیں۔ ان میں سے ایک نام محمد کا ہے جو تعالیٰ

عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے

کامل مظہر ہیں اور آپ کی عظمت اللہ تعالیٰ کے اسماء

میں سے بڑھتی ہے۔

اس مطابقت اور مشابہت کی روشنی میں

خاقیت کا مفہوم نہایت واضح ہے۔ جو نبی لفظ پرست

لوگ بات کو طول دے رہے ہیں اور حقائق پسندی کا

صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات باری تعالیٰ هو الاول  
والاخر کے مظهر اتم بننے کا اعلان ہے۔

حضرت امام محمد زرقانی اس موقع پر لکھتے ہیں۔

”هذان الاسمان مقاسماہ اللہ

بہ من اسمائہ الحسنی وان کان

معنی الاول فی حقہ تعالیٰ

السابق للاشیاء قبل وجودها

بلا بدایة والاخر للاشیاء

بعد فنانہا بلا نہایة قال

عیاض وتحقیقہ انہ لیس

لہ اول ولا آخر وقد غفل

وجمد من اعترض علی عیاض

یانہ لامناسبة بینہما

فانہما فی حقہ تعالیٰ غیرہما

فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم

فکفاه شرفا تسمیته باسماء

ربہ و مشارکتہ فی اللفظ و

ان اختلف المعنی۔“ (ذرقانی

شرح المواہب اللدیہ جلد ۲ ص ۱۱۶ مینومہ

مطبوعہ ازہریہ مصر ۱۳۲۲ھ)

یعنی الاول والاخر اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی میں

بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

بھی یہ نام رکھے ہیں۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

کا اول والاخر ہونا اپنی شان کے مطابق ہے اور حضور

علیہ السلام کا اول والاخر ہونا اپنے مقام کے مطابق

ثبوت دینے کی بجائے قشر پر قانع ہو رہے ہیں حقیقت

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اہتمام الصفات میں الاول

اور الاخر دو صفات مذکور ہیں اور ان صفات

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت کو احادیث

میں الفاتح اور الخاتم کے الفاظ سے بیان کیا

گیا ہے۔ بعض روایات میں الخاتم کے ساتھ الاخر

بھی حضور علیہ السلام کی صفت بیان ہوئی ہے۔ بہر حال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت اور آخریت

درحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفت الاخر سے ماخوذ اور

اس کے مشابہ ہے۔

یہ ایک نہایت لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فاتح اور خاتم کے لقب

سے معراج کے موقع پر سرفراز فرمایا ہے لکھا ہے۔

”فیما خاطبہ بہ لیلۃ المعراج

وجعلتک فاتحاً وخاتماً“

(ذرقانی شرح مواہب اللدیہ جلد ۳ ص ۱۱۶)

گویا معراج حضور علیہ السلام کے بلند ترین ارتقاء

کی تعبیر ہے جس طرح اس موقع پر آپ تشریف لائے

تمام انبیاء کے مقامات سے اوپر چلے گئے اسی طرح

آپ کے معنوی کمال کے اظہار کے طور پر اس وقت

اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”جعلتک فاتحاً وخاتماً“

میں نے تجھے فاتح اور خاتم یعنی اول اور آخر بنا دیا ہے۔

گویا اس طرح سے معراج کا مقام شانِ محمدیہ کا اہتمام

عروج ہے اور اس میں خصوصیت سے سرور کائنات

ابوبکر الوراق الاول بالاولیة  
والاخر بالایدیة

(البحر المحیط جلد ۲ ص ۲۱۴)

علامہ الرحمشری لکھتے ہیں :-

”هو الاول : هو القديم“

الذی کان قبل کل شیء والآخر

الذی یتقی بعد هلاك كل

شیء“ (المکشاف جلد ۲ ص ۴۲)

امام البیضاوی تحریر فرماتے ہیں :-

”هو الاول - السابق علی

سائر الموجودات من حیث

انه موجودها ومحدثها-

والآخر - الباقي بعد فناها

ولو بالنظر الی ذاتها مع

قطع النظر عن غیرها - او

هو الاول الذی یتدی منه

الاسباب والآخر الذی

یتدی الیه المسببات“

(انوار التنزیل جلد ۲ ص ۲۲ و ص ۲۳)

ان تفسیری اقتباسات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اول و آخر ہونا درحقیقت اس کی ازلیت و ابدیت کے ہم معنی ہے۔ اسے اول و آخر کہنا اس کے دائمی وجود کا مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت الآخر اس بات کی متقاضی ہے کہ جملہ مسببات کا سلسلہ اس تک منتهی ہو۔

ہے تاہم یہ امر کافی فخر کا موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے اسماء سے موسوم فرمایا اور آپ کو یہ صفات بخشی ہیں اگرچہ معنی میں کچھ اختلاف ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخریت یا خاتمیت

کو سمجھنے کے لئے اس بات کا سمجھنا ضروری ہے۔ کہ

اللہ تعالیٰ کے الآخر ہونے کے کیا معنی ہیں؟ اسی

معنی کی روشنی میں حضور علیہ السلام کے خاتم یا آخر

ہونے کا مفہوم متعین ہو سکے گا۔

قابل غور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم ”الآخر“

کے کیا معنی ہیں۔ اسی کے جاننے سے خاتمیت محمدیہ کی

حقیقت سمجھ آتی ہے۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں۔ کہ

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ سوتے وقت نماز

میں کہا کرتے تھے :-

”انت الاول فلیس قبلك

شیء وانت الآخر فلیس

بعدك شیء“ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۱۴)

علامہ ابن حبان نے آیت هو الاول والآخر

کی تفسیر میں لکھا ہے :-

”هو الاول الذی لیس

لوجوده بداية مفتوحة

والآخر الدائم الذی لیس

له نهاية منقضية وقیل

الاول الذی کان قبل كل

شیء والآخر الذی یتقی بعد

هلاك كل شیء... وقال

هو محال

ترجمہ ”یہ معنی (یعنی مخلوق یعنی دواہ جہمیہ) فرقہ کے خلاف ہیں۔ انہیں اس بات کا خیال اس طرح پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات میں الاوّل والاخر کو ذکر فرمایا ہے۔ اس کی اولیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ سب مخلوقات سے مقدم ہے اور اس کی آخریت کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب مخلوقات سے متاخر ہے اور یہ مفہوم تب ہی متحقق ہو سکتا ہے جب تمام ماسویٰ اللہ پر موت آجائے۔ لیکن اگر جنت اور اہل جنت دلی طور پر باقی رہیں تو اس سے خالق اور مخلوق کا ہمزنگ طور پر باقی رہنا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے“

جہمیہ کے اس استدلال کا جواب اہلسنت والجماعت کی طرف سے بایں الفاظ دیا گیا ہے۔

”ومعنى الاوّل والاخر ليس كما ادعوا لانه صفة كمال ومعناه لا ابتداء لوجوده ولا انتهاء له في ذاته من غير استناد لغيره فهو واجب الوجود مستحيل العدم وبقاء الخلق ليس كذلك فلا يشبهه شيء من

الذی ینتھی الیہ المسببات“ اس معنی کا تعین اور اس کی وضاحت اس اختلافی عقیدہ سے ہو جاتی ہے جو صدیوں سے اہلسنت والجماعت (اشاعرہ) اور فرقہ جہمیہ کے درمیان موجب نزاع ہے۔ بات یوں ہے کہ فرقہ جہمیہ کا اعتقاد ہے کہ ایک دن اہل جنت پر فنا آجائے گی اس لئے ان کے حق میں ”هُم فِیْهَا خَلِدُوْنَ“ سے دواہ ثابت نہیں۔ ان کے نزدیک اہل جنت کی بقا اللہ تعالیٰ کی صفت الاخر کے منافی ہے۔ جہمیہ کے برعکس اہلسنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ جنتیوں کی بقا چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور قانون کے تابع ہے بالذات نہیں ہے اس لئے ان کی بقا صفت باری ”الاخر“ کے خلاف نہیں۔ آیت قرآنی ”هُم فِیْهَا خَلِدُوْنَ (البقرہ) کی تفسیر میں امام البیضاوی لکھتے ہیں ”المراد به الدوام ھھنا عند الجہ ہود“ اس عبارت پر حاشیہ میں لکھا ہے۔

”خلافاً للجہمیة والذی

دعاهم الی ھذا انه تعالیٰ

وسعت نفسه بانہ الاوّل

والاخر والاوّلیة تقدمه

على جمیع المخلوقات الاخریة

تأخره علیه ولا یكون الا

بفناء ما سواہ ولو بقسیت

الجنة واهلها كان فیه

تشبیہ الخالق والخلق و

خلقہ۔“

ترجمہ۔ لفظ الاوّل اور الاخر کا وہ

مطلب نہیں جو ہمیں فرقہ کے لوگوں

نے سمجھا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ

کے لئے بطور صفت کمال وارد

ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کا وجود ذاتی ہے وہ کسی

کے سہائے کا محتاج نہیں۔ اس کے

وجود کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔

وہ واجب الوجود اور محیل العدم ہے۔

مخلوق یعنی اہل جنت کی بقا یہی نہیں

یعنی ذاتی نہیں۔ پس مخلوق میں سے کوئی

چیز خالق کے مشابہ نہ ٹھہری۔ (کاشیہ

تفسیر البیضاوی۔ ص ۱۰۰ مطبوعہ

مطبع مجنبتی دہلی)

اس بیان سے بالبداهت ثابت ہے کہ اہلسنت والجماعت

کے نزدیک صفت الہی ”الآخر“ کا عرفی تقاضا ہے

کہ غیر اللہ کا ذاتی وجود نہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیقیت میں

باقی رہنے والے اہل جنت کا وجود اللہ تعالیٰ کی صفت

”الآخر“ کے منافی نہیں۔ اسی مسئلہ تشریح کے مطابق

یہ کہنا بھی بالکل درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

”آخر الانبیاء“ یا ”المخاتم“ ہونے کا صرف

یہ تقاضا ہے کہ آپ کے ظہور کے بعد کوئی

شخص ذاتی طور پر صفت نبوت سے

متصفت نہیں ہو سکتا۔ نیز یہ کہ جس طرح اہل

جنت کی دائمی بقا صفت یاری ”الآخر“ کے

منافی نہیں۔ کیونکہ اہل جنت کی بقا ذاتی نہیں بلکہ

بالعرض ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت ”الآخر“ کا

ہی ظلی ظہور ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد آپ کی تابعیت اور تخلیقیت میں نبوت

پانے والے وجود آپ کے ”آخر الانبیاء“

ہونے کے منافی نہیں۔ کیونکہ نہ اہل جنت کی بقا

ذاتی ہے اور نہ ہی ان ظلی اور اتنی تیسوں کی نبوت

ذاتی ہے۔ صلی اللہ علی النبی وسلم

## فصل پنجم

### صحابہ کا اجماع اور مسلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت

(۱) مودودی صاحب لکھتے ہیں: ”قرآن و سنت کے

بعد تیسرے درجے میں اہم ترین حیثیت صحابہ کرام

کے اجماع کی ہے۔ (ختم نبوت ص ۱۲)

انقرال۔ بیات۔ رست ہے۔ صحابہ کا اجماع

دو طرح کا ہوتا ہے۔ اول یہ کہ سب کہیں  
أَجْمَعْنَا عَلَىٰ كَذَابِكُمْ سب اس بات  
پر اتفاق کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ بعض صراحتاً  
بیان کریں اور باقی خاموش رہیں۔ مؤخر الذکر  
کو اجماع سکوئی کہتے ہیں (نور الانوار ص ۱۵۹)  
سوال یہ ہے کہ امتی نبوت کے انقطاع پر  
صحابہ کرام نے کبھی اجماع کیا ہے؟

(۲) مودودی صاحب لکھتے ہیں: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات کے فوراً بعد جن لوگوں نے نبوت  
کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان کی نبوت  
تسلیم کی ان سب کے خلاف صحابہ کرام نے  
بالاتفاق جنگ کی تھی۔ اس سلسلے میں خصوصیت  
کے ساتھ مسیلہ کذاب کا معاملہ قابل ذکر ہے“  
اقول۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے

بعد عرب میں ارتداد اور بغاوت کی ایک شدید  
لہر دوڑ گئی تھی۔ ان لوگوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی  
سے انکار کر دیا تھا اور اسلامی حکومت کے  
مقابل پر کھڑے ہو گئے تھے۔ ان سب مرتدین  
اور باغیوں سے خلیفہ وقت حضرت ابو بکر کے  
حکم سے صحابہ نے جنگ کی اور کامیاب ہوئے  
اور پھر ان سب لوگوں نے اسلامی سلطنت کی  
اطاعت قبول کر لی۔ ان مرتد قبائل میں سے  
بنو حنیفہ میں مسیلہ مدعی نبوت بھی تھا جو جنگ  
میں قتل ہوا اور بنو حنیفہ نے خلافت کی اطاعت  
کر لی۔

(۳) مودودی صاحب لکھتے ہیں: ”یہ شخص (مسیلہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر تھا۔ بلکہ  
اس کا دعویٰ یہ تھا کہ اسے حضور کے ساتھ  
شریک نبوت بنایا گیا ہے۔ اس نے حضور  
کی وفات سے پہلے جو عہدہ آپ کو لکھا تھا اس  
کے الفاظ میں من مسیلہ من رسول اللہ  
الی محمد رسول اللہ سلام علیک  
فانی اشركت فی الامر معک مسیلہ  
رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف  
آپ پر سلام ہو آپ کو معنوم ہو کہ میں آپ کے  
ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا  
ہوں (طبری جلد دوم ص ۳۹۹ طبع مصر) اس  
صریح اقرار رسالت محمدی کے باوجود اس  
کافر اور خارج از ملت قرار دیا گیا اور اس  
سے جنگ کی گئی۔“ (ختم نبوت ص ۲۲۲)

اقول۔ الف: مسیلہ کذاب کو مودودی صاحب  
نے ”حضور کے ساتھ شریک نبوت“ قرار  
دینے میں مسیلہ کے خیال سے بھی بڑھ کر بات  
کی ہے۔ مسیلہ کے فقرہ اشركت فی الامر  
معک کا ترجمہ ”نبوت کے کام میں شریک  
کیا گیا ہوں“ مودودی صاحب کی اپنی ایجاد  
ہے جو سراسر غلط ہے۔ انہیں اس ایجاد کا مقصد  
اس لئے مل گیا کہ انہوں نے مسیلہ کے خط کافقرہ  
مکمل نقل نہیں فرمایا۔ مسیلہ نے لکھا تھا:۔  
”فانی قد اشركت فی الامر



صعلک فان لنا نصف الامر

وللقريش نصف الامر

کہ میں الامر میں آپ کے ساتھ شریک

کیا گیا ہوں۔ پس آدھا الامر ہمارے

لئے ہے اور آدھا قریش کے لئے

ظاہر ہے کہ مسیلمہ قریش کو آدھا دعویٰ اور

نبوت نہیں ٹھہراتا۔ اس کی مراد اس عبارت

میں الامر سے حکومت اور زمینی اقتدار ہے۔

مسند ابی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب کا لفظ

ان الفاظ میں مروی ہے۔ "من مسیلمة

رسول الله الى محمد رسول الله اما

بعد فقد اذرت في الارض فلي نصف

الارض ولقريش نصفها غير ان قريشا

قوم يعتدون" (مسند الامام ابی حنیفہ

برجامشہ الادب المفرد ص ۱۸ مطبع مصر)

دیگر روایات سے بھی ظاہر ہے کہ مسیلمہ اور

اس کی قوم عصبیت جاہلیت کے ماتحت ذنبوی

حکومت کی بھوک تھی۔ لکھا ہے کہ جب وہ مدینہ

میں آیا تو اس نے غائبانہ کہا تھا۔

ان جعل لي محمد من بعدہ

تبعته وقد هاني بشركه

من قومہ۔

کہ اگر محمد اپنے بعد میرے لئے حکومت

مقرر کر دیں تو میں آپ کی پیروی

کرنے کے لئے تیار ہوں۔ وہ اس

وقت اپنی قوم کی ایک بڑی جمعیت

ساتھ لایا تھا۔

(بخاری جلد ۱ ص ۶۲۸ مطبع مجتہبی)

آپ کے سامنے آنے پر مسیلمہ نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم سے کہا۔

ان شئت خلیت بیننا و

بین الامر تم جعلتہ لنا

بعدك فقال له النبی

صلی اللہ علیہ وسلم لو

سألتنی هذا القضیب

ما أعطیتکہ۔

کہ اگر آپ چاہیں تو اب بے شک

حکومت کریں مگر اپنے بعد اسے

ہمارے لئے مخصوص کر جائیں نبی

یاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ

والی شاخ کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے فرمایا کہ حکومت تو بڑی بات

ہے میں تو مجھے یہ شاخ بھی دینے کیلئے

تیار نہیں ہوں" (بخاری جلد ۲

ص ۶۲۸ مجتہبی)

گویا مسیلمہ کذاب جس الاصر میں شریک ہونا

چاہتا تھا وہ حکومت اور ذنبوی اقتدار تھا۔

اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کے خط

کا تحریری جواب یہ دیا تھا۔

اما بعد فان الارض لله یورثها

میں کچھ بھی فرق محسوس نہیں ہوا“  
(کتاب ”خلفائے محمد“ مؤلفہ علامہ ابو النضر  
اردو ترجمہ ص ۱۰۰)

مسئلہ نے فجر اور عشاء کی نمازوں کے  
منسوخ کرنے کا بھی اعلان کر دیا تھا۔ گویا  
مسئلہ آنحضرت کے مد مقابل صاحب شریعت  
بتنہا چاہتا تھا۔ ان حالات میں صرف مودودی کا  
صاحب ہی کہہ سکتے ہیں کہ ”مسئلہ“ روایت محمدی  
کا سر بیخ اقرار کرتا تھا۔ غالباً مودودی  
صاحب ”مسئلہ کے فقرہ“ من مسئلہ رسول  
اللہ الیٰ محمد رسول اللہ“ کو سمجھ نہیں  
سکے جو اس نے ازراہ شراعت لکھا تھا۔

مسند احمد میں لکھا ہے کہ ”مسئلہ کے دو  
ایچی دربار نبوی میں آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ان سے پوچھا

أشهد ان انی رسول اللہ  
فقال لا نشهد ان مسیلمة  
رسول اللہ۔

کہ کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ  
کا رسول ہوں۔ ان دونوں نے کہا  
کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ مسیلمہ  
اللہ کا رسول ہے۔“

(مشکوٰۃ الصحیح ص ۲۴۳ باب الامان)

حضرت خالد بن الولید نے مسیلمہ کی قوم سے  
دہیافت کیا۔

من یشاد من عباده والعاقیة  
للمتقین۔  
کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔  
وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا  
ہے اس کا مالک اور وارث بناتا  
ہے اور انجام مقبول کے لئے ہے“  
پس مودودی صاحب نے پہلے تو مسیلمہ  
کذاب کی طرف وہ بات منسوب کی ہے جو  
وہ نہیں کہتا تھا۔ اس کا اصل مطالبہ تو حکومت  
واقفدار میں شریک ہونے کا تھا۔

ب۔ تاریخی طور پر یہ درست ہے کہ مسیلمہ جھوٹا  
مدعی نبوت تھا مگر وہ تشریحی نبوت  
کا دعویٰ نہ کیا تھا۔ اس نے قرآن مجید کے مقابل  
کتاب بنانے کا اذعان کیا تھا اور کچھ قائل  
فقرات بنائے بھی تھے۔ لکھا ہے کہ جب مسیلمہ  
کے قتل ہونے اور اس کی قوم کے شکست  
کھا جانے کے بعد باقی سب نبوخذیہ دوبارہ  
مسلمان ہو گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی  
ان سے مسیلمہ کا کلام سننے کا خواہش کی تعمیل  
حکم میں انہوں نے اس کے بعض کلمات سنائے  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کلام سنا تو  
ان کو نبوخذیہ کی جہالت پر بے رحمی ہوئی  
اور آپ نے اس امر پر سخت ہیرت کا اظہار  
کیا کہ ان لوگوں کو اتنی اتنی بیخ و بیخ کلام  
(قرآن مجید) اور ہزلیات (مسیلمہ کے کلام)

بالا سوال جوابات کی روشنی میں آپ خود اندازہ لگائیں کہ بنو حنیفہ کہاں تک نیک نیت تھے۔ نیز یہ کہ آیا ان کے لئے کسی غلط فہمی کا موقعہ تھا؟ ہم اس سلسلہ میں مزید تین سو اے پیش کرتے ہیں۔ جن سے بنو حنیفہ کی نیک نیتی کے علاوہ مودودی صاحب کا مقصد بھی سامنے آجائے گا۔

عمیر بن طلحہ نے مسیلمہ کو کہا تھا۔  
 أَشْهَدُ أَنَّكَ كَذَّابٌ وَأَنَّ  
 مُحَمَّدًا صَادِقٌ وَوَلِيكَ  
 كَذَابٌ رَّبِيعَةُ أَحَبُّ إِلَيْنَا  
 مِنْ صَادِقٍ مُضَرَ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جھوٹا ہے اور محمد صادق ہیں لیکن ہمارے قبیلہ ربیعہ کا کذاب ہمیں مضر یعنی قریش کے صادق سے زیادہ پیارا ہے۔  
 (طبری جلد ۲ ص ۲۲۶)

الحکمی سے روایت ہے کہ اس نے کہا۔

كذاب ربيعة احب الينا من  
 كذاب مضر۔

کہ ربیعہ کا کذاب ہمیں مضر کذاب سے زیادہ اچھا ہے۔ (طبری جلد ۲)

کیا ان لوگوں کے متعلق یہ کہنا کہ وہ مسیلمہ پر *in good faith* ایمان لائے تھے اپنی نیت کے برے ہونے کا ثبوت فراہم کرنا نہیں؟

يا بنی حنیفة ما تقولون قالوا  
 نقول منا نبی و منکم نبی۔

کہ تم کیا عقیدہ رکھتے ہو انہوں نے کہا کہ ہمارا نبی ہم میں سے اور تمہارا نبی تم میں سے ہے۔ (طبری جلد ۲ ص ۲۲۶)

اندری حالات مسیلمہ کو رسالت محمدی کا صریح اقرار کرنے والا قرار دینا محض عداوت احمدیت کا نتیجہ ہے۔

(۴) مودودی صاحب یلکہ کذاب کے پیروں کی حمایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ بنو حنیفہ نیک نیتی کے ساتھ (son

good faith) اس پر ایمان لائے تھے اور انہیں واقعی اس غلط فہمی میں ڈالا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود شریک رسالت

کیا ہے۔“ (ص ۲۲)

اقول مسلمان مؤرخین میں تو ایک بھی ایسا نہیں جس نے بنو حنیفہ کے مسیلمہ پر ایمان کو نیک نیتی پر مبنی قرار دیا ہو۔ یہ انکشاف تو صرف مولانا مودودی پر ہوا ہے اور اگر فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کی ”تحقیقاتی عدالت“ میں مولانا پیش نہ ہوتے تو غالباً ان پر بھی براہ ذمہ کھل سکتا تھا۔

قارئین کرام! بخاری شریف کے مندرجہ

نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپال نے  
تحریر فرمایا ہے :-

”اس رسالہ نے آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے بالمقابل تشریحی نبوت  
کا دعویٰ کیا اور شراب اور زنا  
کو حلال قرار دیا۔ فریضہ نماز کو ماقظ  
کر دیا۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں سوتیں  
لکھیں۔ پس شریعت اور مقصد لوگوں کا  
گر وہ اس کے تابع ہو گیا۔“

(حج الکرامہ ص ۳۲ ترجمہ فارسی)

ان معاملات میں قارئین خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ  
ایسے لوگوں کو ”نیک نیت“ قرار دینے میں  
مودودی صاحب کس مقام پر آگئے ہیں؟

(۵) مودودی صاحب اپنے غلط مقصد کے لئے  
بات کو رنگ دے کر پیش کرنے کی ہمارے  
قائدہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”اسلامی قانون کی رو سے باغی  
مسلمانوں کے خلاف اگر جنگ کی  
نوبت آئے تو ان کے امیران جنگ  
غلام نہیں بنائے جاسکتے بلکہ مسلمان  
تو درکن راقمی بھی اگر باغی ہوں تو  
گرفتار ہونے کے بعد ان کو غلام  
بنانا جائز نہیں ہے لیکن مسیلمہ اور  
اس کے پیروں پر حسب پڑھائی گئی  
تو حضرت ابوبکرؓ نے اعلان فرمایا کہ ان

کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائیگا“  
(ختم نبوت ص ۲۲)

اقول۔ اول تو مودودی صاحب نے اس اسلامی  
قانون کا حوالہ نہیں دیا جس کی موہو خلیفہ رضی  
کی اسٹیکر وہ حضرت ابوبکرؓ کے اعلان کو غلط  
رنگ دینا چاہتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں تو صاف لکھا ہے :-

”قوم ارتدوا عن الاسلام

وحاربوا المسلمین وغلبوا

على مدينة من مدائنهم

في ارض الحرب ومعهم نساؤهم

وذر اربهم ثم ظهر المسلمون

عليهم فانه تقتل رجالهم

وتسبي نساؤهم وذر اربهم

كذا في المبسوط“ (فتاویٰ

عالمگیری جلد ۲ ص ۲۸ مطبوعہ کانپور)

کہ جو لوگ اسلام سے مرتد ہو جائیں

اور مسلمانوں سے جنگ شروع کر دیں

اور علاقہ جنگ کے کسی شہر پر قابض

بھی ہو جائیں اور ان کے ساتھ ان کی

عورتیں اور بچے بھی ہوں پھر ان پر

مسلمان غالب آجائیں تو ان کے

مردوں کو تہ تیغ کر دیا جائے گا اور

ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا

جائے گا“

پس سب مرتدا اور باغی برسرِ پیکار قبائل کی سرکوبی کے لئے ایک ہی اعلان تھا۔ خواہ ان قبائل میں کوئی مدعی نبوت تھا یا نہیں۔ یہ قبائل چونکہ خود جنگ کر رہے تھے اسلئے ان سے شرعاً ہی سلوک ہونا چاہیے تھا اس جگہ دعویٰ نبوت کی بحث داخل کرنے کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش ہے۔

(۶) مسیلہ کذاب اور اس کے پیروؤں کی حمایت سے جناب مودودی صاحب جو فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ ان کے آخری الفاظ میں یوں ہے کہ:-

”صحابہ نے جس جرم کی بنا پر ان سے جنگ کی تھی وہ بغاوت کا جرم تھا بلکہ یہ جرم تھا کہ ایک شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اور دوسرے لوگ اس کی نبوت پر ایمان لائے۔

یہ کارروائی حضورؐ کی وفات کے فوراً بعد ہوئی۔ ابو بکر صدیق کی قیادت میں ہوئی اور صحابہ کی پوری جماعت کے اتفاق سے ہوئی۔ اجراع صحابہ کی اس سے زیادہ صریح مثال شاید ہی کوئی اور ہو۔“ (ص ۷۷)

اقول۔ (الف) خلافت صدیقی میں عرب کے محارب مرتدین سے صحابہ کی جنگ انکی بغاوت

دوم۔ مودودی صاحب یہ غلط تاثر پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے مسیلہ اور اس کے پیروؤں پر چڑھائی کے وقت کوئی خاص اور علیحدہ اعلان فرمایا تھا حالانکہ تاریخ میں لکھا ہے کہ مرتد محاربین کے دفاع کے لئے حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو طلیمہ بن خویلد اسدی نیز مالک بن نویرہ کے مقابلہ کیلئے بھیجا۔ عکرمہ کو یامہ میں مسیلہ کذاب کے مقابلہ کے لئے مقرر کیا اور شرجیل بن حسہ کو ان کی امداد کے لئے روانہ کرتے ہوئے حکم دیا تھا کہ مسیلہ سے فارغ ہو کر قفقاز کی طرف بڑھیں۔ حذیفہ بن محسن کو عمان میں اہل دبا کے مقابلہ کے لئے مقرر فرمایا۔ عرفجہ بن ہرثمہ کو اہل مہرہ کی طرف بھیجا۔ سوید بن مقرن کو ہمامہ میں کی طرف بھیجا۔ علاء بن الحضرمی کو بحرین روانہ کیا۔ عمرو بن العاص کو سرحد شام کی طرف بھیجا۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت ابو بکرؓ نے ان امرائے ذریعہ ملک بھر کے مرتدین اور باغیوں کے نام جو اعلان بھجوایا وہ یکساں تھا اس میں مسیلہ اور اس کے پیروؤں کے لئے امتیازی احکام نہ تھے۔ خلافت اعلان یہی تھا کہ مقابلہ کرچوالے مردوں کو قتل کر دیا جائے گا اور ان کے بیوی بچوں کو قید کر لیا جائے گا۔ (ملخص از کتاب ”خلفائے محمد“ ص ۷۷)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے مقرر کردہ والی ثمامہ بن اثال کو اس نے نکال دیا تھا اور خود اس علاقہ کا حاکم بن گیا تھا (ملاحظہ ہو تاریخ الخیمیں جلد ۲ ص ۱۷۱ و تاریخ طبری اردو ترجمہ مطبوعہ حیدرآباد دکن حصہ اول جلد چہارم) (ج) اس جگہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "انا بینہما صاحب صنعاء وصاحب الیامہ" پر صحیح البخاری کا حاشیہ درج کرنا چاہتے ہیں۔ لکھا ہے:-

"فادعی (الاسود) النبوة و

عظمت شوکتہ وحاسب

المسلمین وقتل فہم و

غلب علی البلاد و آل امرہ

الخان قتل فی حیاة النبی

صلی اللہ علیہ وسلم و اما

مسئلة فكان ادعی النبوة

فی حیاة النبی صلی اللہ علیہ

وسلمہ لکن لم تعظم شوکتہ

ولم یقع عہاربتہ الا فی

عہد ابی بکر" (بخاری کتاب

الروایا جلد ۲ حاشیہ ص ۱۰۲ حقیقی)

ترجمہ:- اسود غسانی نے آنحضرت کی زندگی میں

نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کی شان و شوکت

بن گئی۔ اس نے مسلمانوں سے جنگ کی

اور انہیں قتل کیا اور علاقہ پر قابض ہو گیا۔

اور محاربہ کی وجہ سے تھی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے چھپایا نہیں جاسکتا۔ بنو حنیفہ یعنی مسلمہ کی قوم بھی محارب مرتدین میں شامل تھی۔

مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ بنو حنیفہ سے

جنگ صرف اسلئے کی گئی کہ ان میں سے ایک

شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور دوسرے

لوگ اس پر ایمان لے آئے تھے اسی صورت

میں قابل پذیرائی ہو سکتا ہے جبکہ مودودی

صاحب اس بارے میں حضرت صدیق اکبرؓ کا

کوئی ارشاد یا اعلان پیش کر سکیں مگر وہ

ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔

(ب) مودودی صاحب کے استدلال کی تغلیط

کے لئے یہی کافی ہے کہ مسلمہ نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ

کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا مگر حضورؐ

نے نہ خود اس سے جنگ کی اور نہ ہی

صحابہ کو اس سے جنگ کرنے کا ارشاد

فرمایا۔ پس ماننا پڑے گا کہ جنگ کی وجہ وہ نئے

حالات تھے جو حضورؐ کی وفات کے بعد پیدا

ہو گئے تھے کہ:-

(۱) مسلمہ نے اسلامی حکومت کے مفاد کے لئے

چالیس ہزار کاشیکہ ہزار تیار کیا۔

(۲) اس نے کہا کہ میں اپنی اور سجاح کی فوج کے

ساتھ تمام عرب پر قبضہ کروں گا۔

(۳) پیام سے خود خراج وصول کرتا تھا۔

اس کا انجام یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قتل کو دیا گیا۔ ہاں مسیلہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا مگر اس وقت نہ اس کی شوکت قائم ہوئی اور نہ ہی اس سے جنگ پیش آئی سوائے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ کے۔

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ اسود غسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی مسلمانوں سے جنگ چھیڑی اور وہ حضورؐ کی زندگی میں قتل ہو گیا۔ لیکن مسیلہ نے اس وقت عملی بغاوت نہ کی تھی۔ اگرچہ اس کا دعویٰ نبوت موجود تھا لیکن اس سے آنحضرتؐ کی زندگی میں جنگ نہیں کی گئی۔ البتہ جب اس نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد عملی بغاوت شروع کر دی تو صحابہؓ نے اس سے جنگ کی اور وہ ہلاک ہو گیا۔

اندریں حالات اگر مسیلہ کذاب کے افتہ سے صحابہ کے کسی قسم کے اجماع پر استدلال کیا جاسکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ مرتد محاربین جب عملی بغاوت اختیار کر لیں تو ان سے جنگ لادبی ہے۔ اگر دعویٰ نبوت کو درمیان میں داخل کئے بغیر ہود و دی صاحب کی تسلی نہیں ہو سکتی تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسا دعویٰ نبوت جو تشریحی نبوت کا دعویٰ ہے اور اسلامی نظام کو درہم برہم کرنا چاہتا ہو اور عملاً مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہو کر تیار کر لیا ہو ایسے دعویٰ سے جنگ کرنا لازمی ہے۔ صحابہ کے عمل سے یہ ثابت ہے

تشریحی نبوت پر صحابہ کا اجماع

توڑ مروڑ کر بھی غیر تشریحی نبوت کے متنع ہونے پر صحابہؓ کا کسی قسم کا اجماع ثابت نہیں کر سکے۔ ایسے ہم بتائیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع اس بارے میں کس بات پر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تعلقہ اور آپ کی علم دین میں مہارت سب امت کو مسلم ہے۔ انہوں نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:-

قولوا انہ خاتم الانبیاء ذولا  
تقولوا الانبیا بعدہ۔

کہ اے لوگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء تو کہا کرو مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ ہوگا۔

یہ قول حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے صحابہؓ کے مجمع میں فرمایا جیسا کہ لفظ قولوا اور لا تقولوا سے خود ظاہر ہے۔ مگر سائے مجمع میں سے اس کے برخلاف ایک آواز نہیں اٹھی۔ حالانکہ بظاہر حضرت عائشہؓ کا قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لائحتی بعدی کے خلاف نظر آتا ہے مگر صحابہؓ نے خوب سمجھتے تھے کہ لائحتی بعدی کا ایک غلط مفہوم لیا جاسکتا ہے جو قرآن مجید اور دیگر نصوص کے خلاف ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اسی غلط مفہوم کی تردید فرمادی ہے۔ اسلئے سنیہ حضرت عائشہؓ کو اتنا اتفاق کیا۔ اس اجماع کی تفصیل امام محمد ظاہر نے حضرت

اقم المؤمنین کا مندرجہ بالا قول درج کرنے کے بعد یوں بیان فرمائی ہے :-

هذا غاظر الى نزول عيسى و  
هذا لا ينافي حديث لانبى  
بعدي لانه اراد لانبى ينسخ  
شركه

کہ حضرت عائشہؓ کا مقصد نزول  
مسیح کو مد نظر رکھتا ہے۔ نیز یہ بات  
لا نبی بعدی کے مخالف نہیں کیونکہ  
لا نبی بعدی کی حدیث سے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مطلب تھا  
کہ میرے بعد ایسے نبی نہیں آسکتے جو  
میری شریعت کو منسوخ قرار دیں۔  
(تکمہ مجمع البحار ص ۵۵)

بات صاف ہے کہ حدیث نبوی لا نبی بعدی  
کا مدعا یہ ہے کہ نبیؐ یا مکمل صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئی  
شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ حضرت عائشہ  
رضی اللہ عنہا لا نبی بعدی کے اس عام مفہوم  
کے مد نظر کسی قسم کا بھی نبی نہیں آسکتا اس کے استعمال  
سے روک رہی ہیں۔ دونوں میں کوئی منافات نہیں۔  
تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ  
رضی اللہ عنہا کے ارشاد پر تسلیم فرمایا اور اس طرح  
اصول کی کتاب فوراً انوار کے حوالہ کے مطابق اس  
بات پر صحابہ کا سکوتی اجماع ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے بعد نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔

مگر امتی نبی آسکتا ہے۔ وہو المراد۔

**اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت** | مودودی صاحب کی  
سازگارنگ و دوائلے

ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو (معاذ اللہ)  
مسیلمہ کی طرح کذاب مدعی نبوت ثابت کریں اور حضرت  
احمدیہ کو واجب القتل قرار دیں۔ حالانکہ دو سر ہزاروں  
شواہد و دلائل سے قطع نظر مودودی صاحب کے لئے اس  
بائے میں اللہ تعالیٰ کی یہی فعلی شہادت کافی تھی کہ مسیلمہ کذاب  
پولے ساز و سامان اور چالیس ہزار کے لشکر جبار کے  
باوجود ناکام و تباہ ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا  
لیکن حضرت بانی سلسلہ احمدیہ انتہائی بیگسی کے باوجود علما  
پنڈتوں، پادریوں کی علیحدہ علیحدہ اور متفقہ کوششوں  
کے باوجود کامیاب و کامران ہوئے اور دشمن ہزار ہا  
قسم کی سازشوں کے باوجود آپ کے قتل پر قادر نہ  
ہو سکے۔ مسیلمہ کی جمعیت چند دن میں پراگندہ ہو گئی  
اور اس کا مشن ناپید ہو گیا لیکن حضرت بانی سلسلہ  
احمدیہ کی جماعت ستر سال سے روز افزوں ترقی کر رہی  
ہے اور اکنات عالم میں اسلام کے پرچم کو بلند کرتی  
جا رہی ہے کیا اللہ تعالیٰ کی یہ واضح فعلی شہادت  
معاذ اللہ کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں تانگی  
زبانیں بھی حق کا اقرار کریں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام  
فرماتے ہیں یہ اگر انسان کا ہونا کا دیوار لئے تھا  
ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار  
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے ملک کی  
خود مجھے نابود کرنا وہ جہاں کا شہر یا رہا۔



# فصل ششم

## خاتم النبیین کا صحیح مفہوم اور علماء و صحابہ ائمت کے بیانات

جناب مودودی صاحب "تمام علماء ائمت کا اجماع"

پیش کرتے ہیں:-

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (وفات ۶۵ھ

ہجری) نے فرمایا "قولوا انہ خاتم الانبیاء

ولا تقولوا لانا نبی بعدہ" (تفسیر

الدر المنثور للسيوطی جلد ۵ ص ۲۰۴) وکلمہ مجمع البحار

(ص ۸۵)

اے لوگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء

ضرور کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کسی متم کا نبی

نہ آئے گا"

(۲) حضرت امام ملا علی القاری (وفات ۱۰۱۳ھ

ہجری) اہلسنت کے زبردست عالم تحریر فرماتے

ہیں:-

"قوله تعالى خاتم النبیین

اذ المعنى انه لا يأتي بعده

نبی ینسخ صلتہ ولعمریک

من ائمتہ۔

کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا

جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو اور

آپ کی ائمت میں سے نہ ہو" (موضوعاً لکیر ص ۶۹)

کے زیر عنوان لکھتے ہیں:-

"پہلی صدی سے لیکر آج تک ہر زمانے

کے اور پوری دنیا کے اسلام میں ہر

ملک کے علماء و اسی عقیدے پر متفق ہیں

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص

نبی نہیں ہو سکتا" (ص ۲۳)

بلاشبہ ائمت کا اس پر اجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور یہ بھی سب کو مسلم ہے کہ

حضور نے لانا نبی بعدی کا ارشاد فرمایا ہے اور

اپنے متعلق آخر الانبیاء کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے

مگر سوال تو یہ ہے کہ ائمت محمدیہ نے خاتم النبیین

اور لانا نبی بعدی وغیرہ کے کس معنی اور مفہوم

پر اجماع کیا ہے؟ اس سوال کا جواب معین کرنے کیلئے

ہمیں بزرگانِ ائمت کے اقوال پر مجموعی نظر ڈالنی چاہیے

جناب مودودی صاحب نے پس مقترنین وغیرہم کے اقوال

درج فرمائے ہیں ہم ذیل میں ان کا بھی جائزہ لیں گے۔

لیکن اس سے پہلے ہم

بیس دوسرے بزرگانِ

ائمت کے واضح اقوال

بیس بزرگانِ ائمت اور

علماء ربانی کی تشریح

نبوت ہے مقام نبوت نہیں پس آپ ایسی شریعت نہیں دے سکتے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ فرمادے یا آپ کی شریعت میں کوئی حکم نافذ کرے یہی معنی اس حدیث کے ہیں ان الویسالة والنبوة قید انقطعہ کہ اب رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی ہے میرے بعد نہ رسول ہے اور نہ ہی بیعتی کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو ایسی شریعت پر ہو جو میری شریعت کے خلاف ہو بلکہ جو کبھی نبی آئے گا تو وہ میری شریعت کے تابع ہوگا۔

(ب) حضرت ابن عربی موصوف اپنی دوسری کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:-

« اما نبوة التشريع والرسالة  
فمنقطعة وفي محمد صلى الله  
عليه وسلم قد انقطعت فلا  
نبى بعده مشرعاً.... الا ان الله  
لطف بعباده فابقى لهم النبوة  
العامة لا لتشريع فيها »

(مفروض الحكم ضلحة ۱۲۱-۱۲۲)

ترجمہ :- کہ تشریحی نبوت اور رسالت بند ہو چکی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود یا وجود پر اس کا انقطاع ہو گیا ہے لہذا آپ کے بعد صاحب شریعت نبی کوئی نہ ہوگا۔۔۔۔۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مہربانی فرما کر ان کے لئے نبوت عامہ کو جس میں کوئی شریعت نہیں ہوتی جاری رکھا ہے۔

(۳) حضرت امام محمد طہر علیہ الرحمۃ (وفات ۲۹۸ ہجری) لکھتے ہیں:-

« هذا ايضا لا ينافي حديث (النبى  
بعدي لانه اذا لا نبى ينسخ  
شرعه »

کہ حضرت عائشہؓ کے قول سے حدیث لا نبی بعدی کی مخالفت نہیں ہوتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ ایسا نبی نہ ہوگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ (تکلمہ مجمع البحار ص ۸۵)

(۴) رئیس الصوفیہ حضرت محی الدین ابن العربی (وفات ۶۳۸ ہجری) تحریر فرماتے ہیں:-

(الف) « ان النبوة التي انقطعت  
بوجود رسول الله صلى الله عليه  
وسلم انما هي نبوة التشريع  
لامقامها فلا شرع يكون ناسخاً  
لشرعه صلى الله عليه وسلم ولا  
يزيد في شرعه حكماً اخر وهذا  
معنى قوله صلى الله عليه وسلم  
ان الرسالة والنبوة قد انقطعت  
فلا رسول بعدي ولا نبى اى لا نبى  
يكون على شرع يخالف شرعى بل  
اذا كان يكون تحت حكم شرعيتى »

ترجمہ :- وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے ختم ہوئی ہے وہ صرف تشریحی

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (وفات

۱۱۷۹ ہجری) تحریر فرماتے ہیں :-

ختم به النبیین ای لایوجد من

یا مرہ اللہ سبحانہ بالتشریح

علی الناس۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اب کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے شریعت دیکر مامور فرمائے یعنی شریعت جدیدہ لانے والا کوئی نبی نہ ہوگا۔ (تفہیمات الہیہ جلد ۲ ص ۲۷ مطبوعہ برقی پریس بخوند)

(۶) حضرت امجد العبد الکریم جیلانی (ولادت ۷۶۷

ہجری) نے تحریر فرمایا ہے :-

« فانقطع حکم نبوة التشریح

بعده وكان محمد صلی اللہ علیہ

وسلم خاتم النبیین لانه جاء

بالکمال ولم یجئ احد بذاك

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت لشرعی

کا انقطاع ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم النبیین قرار پا گئے کیونکہ آپ ایسی کامل

شریعت لے آئے جو اور کوئی نبی نہ لایا۔

(الانسان الکامل جلد ۱ ص ۹۸ مطبوعہ مصر)

(۷) حضرت امام عبد الوہاب شمرانی علیہ الرحمۃ (وفات

۹۶۶ ہجری) نے تحریر فرمایا ہے :-

« اعلم ان مطلق النبوة لم تنقطع

وانما ارتفع نبوة التشریح

کہ یاد رکھو کہ مطلق نبوت بند نہیں ہوئی صرف

تشریحی نبوت بند ہوئی ہے۔

(الیواقیت والحوار جلد ۲ ص ۳۵)

(۸) حضرت امام فخر الدین رازی (وفات ۶۰۶

ہجری) تحریر فرماتے ہیں :-

« فاعطاهم العقل وبحث فی

ارواحهم نور البصیرة وجوهر

الهدایة فعند هذه الدرجة

فانوا بالخلق الاربع. الوجود

والحیاة، والقدرة، والعقل.

فالعقل خاتم الکل والخاتم یجب

ان یكون افضل الافرادی ان

رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم لما

كان خاتم النبیین كان افضل

الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام

والانسان لما كان خاتم المخلوقات

الجسمانیة كان افضلها فكذا

العقل لما كان خاتم الخلق الخا

من حضرة ذی الجلال كان افضل

الخلق واكملها۔

(تفسیر کبیر امام رازی جلد ۶ ص ۳۱)

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عقل عطا

فرمائی اور ان کی وجوں میں نور بصیرت اور جوہر

ہدایت پیدا فرمایا۔ اس موقع پر انہیں چار خلقیں

(۱۰) حضرت شیخ فرید الدین عطار (وفات ۱۲۲۰ شمسی ہجری)

۱۲۲۰ عیسوی) تحریر فرماتے ہیں :-

”مجنوب کے لئے پسند درجے ہیں۔

بعض کو ان سے ایک تہائی دیتے ہیں اور

بعض کو آدھے اور بعض کو آدھے سے

زیادہ۔ جبکہ اس درجہ کو پہنچتا ہے تو وہ

مجنوب نبوت کے حصے کے سبب سے

تمام مجذوبوں سے بڑھ جاتا ہے اور خاتم الاولیاء

ہوتا ہے اور مردار تمام ولیوں کا۔

پیدا کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ

صلعم خاتم الانبیاء تھے“

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۲۴ مطبوعہ کانپور)

(۱۱) حضرت خواجہ میر درد صاحب دہلوی (وفات ۱۴۰۹

۱۴۰۹ عیسوی مطابق صفر ۱۰۹۹ھ ہجری) فرماتے

ہیں :-

”طریقہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

سب طریقوں پر ترجیح رکھتا ہے اور

خاتم الطرق ہے جس طور سے کہ نبوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم جمیع نبوت

ورسالت کی ہے۔ فالحمد لله الذی

فضلنا علی کثیر من عبادہ

الذومنین۔ اس طریقہ سے اگلے طریقہ

اس کی مبادی تھے اور اس کے مابعد جو

طریقہ قیامت تک پیدا ہوں گے اس

طریقہ کی شاخیں اور شعبہ ہوں گے۔ لہ

نسب ہر میں (۱) وجود (۲) زندگی (۳) قدرت

(۴) عقل۔ اور عقل ان تمام خلعتوں کی خاتم ہے

اور خاتم کے لئے واجب ہے کہ وہ افضل ہو۔

دیکھو جس طرح ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے سب نبیوں سے

افضل قرار پائے اور انسان جسمانی مخلوقات کا

خاتم قرار پانے کے باعث سب افضل ٹھہرا۔

اسی طرح عقل جب ان خلعتوں کی خاتم ہے تو

ضرور ہے کہ وہ ان سب افضل و اکمل ہو۔“

(۹) علامہ ابن خلدون (وفات ۱۴۰۹ شمسی ہجری)

تحریر فرماتے ہیں :-

”ویمثلون المولایۃ فی

تفاوت مراتبها بالنسبۃ و

یجعلون صاحب الکمال فیہا

خاتم الاولیاء ای حائزاً

للمرتبۃ الّتی ہی خاتمۃ

الولایۃ کا کان خاتم الانبیاء

حائزاً للمرتبۃ الّتی ہی

خاتمۃ النسبۃ“ (مقدمہ تاریخ

ابن خلدون ص ۲۴۰ و ۲۴۱ مطبوعہ مصر)

ترجمہ :- ولایت کو اپنے تفاوت مراتب میں نبوت

کا مثیل قرار دیتے ہیں اور اس میں کامل ولی کو

خاتم الاولیاء ٹھہراتے ہیں یعنی اس مرتبہ کا پانے

والا جو ولایت کا خاتم ہے جس طرح سے حضرت

خاتم الانبیاء اس مرتبہ کمال کے پانے والے

کوئی کمال ختم نہیں ہوا۔ باقی فیوض  
میں اللہ تعالیٰ کے لئے کسی قسم کا بخل  
اور تردد ممکن نہیں۔ (مقام منظر ص ۵۳)

(۱۲) حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ (وفات ۶۷۲ ہجری)

تحریر فرماتے ہیں:-

فکر کن در راہ تیکو خدستے

تا نبوت یابی اندر استے

کہ نیکی کی راہ میں خدمت کی ایسی تدبیر  
کہ کہ نیچے امت کے اندر نبوت مل جائے

(مشکوٰۃ مولانا روم دفتر اول ص ۵۳)

بیر آپ نے خاتم نبوی کی تشریح کرتے ہوئے

لطیف رنگ میں فرمایا:-

بہر این خاتم شد است او کہ بخود

مثل او نے خود نے خواہند بود

آیت خاتم اسلئے ہوئے کہ آپ بے مثل ہیں۔

فیض روحانی کی بخشش میں آپ جیسا کہ کوئی پہلے

(نبی) ہوا ہے اور نہ آئندہ آپ جیسے ہونگے۔

چونکہ در صنعت برد استاد دست

تو نہ کوئی ختم صنعت بر تو است

جب کوئی استاد صنعت اور دستکاری میں

کمال پیدا کرتا اور سبقت لیجاتا ہے تو کیا تو یہ

نہیں کہتا کہ استاد! تجھ پہ صنعت اور دستکاری

ختم ہے۔ تجھ جیسا کوئی صنعت گر اور دستکار

نہیں ہے۔

المجد فی الاولیٰ والاخرۃ ولہ المحکم

والیہ ترجون۔ اور بر طریقہ محمدیہ

خالصہ ازل سے لیکر اب تک سب نسبتوں

پر حاوی ہے۔ (کتاب میخانہ درد ص ۱۲۸)

(۱۲) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی

علیہ الرحمۃ (وفات ۸۵۲ ہجری) فرماتے ہیں:-

پس حصول کمالات نبوت مراتب

را بطریق وراثت بعد از بعثت تمام الرسل

علیہ و علی جمیع الانبیاء و الرسل صلوات

والرحمات منافی منافیست او نیست۔ فلا

تکن من المصنوعین۔ (مکتوب ص ۲۱)

مکتبہ اجداد اول مکتوبات امام ربانیؒ

ترجمہ:- خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

مبعوث ہونے کے بعد خاص متبعین حضرت

کو بطور وراثت کمالات نبوت کا حاصل

ہونا آپ کے خاتم الرسل ہونے کے منافی

نہیں ہے۔ یہ بات درست ہے اس میں

شک مت کرو۔

(۱۳) حضرت مرزا منظر جان جاناں علیہ الرحمۃ (وفات

محرم ۱۱۹۵ ہجری، سنوری ۱۸۷۸ عیسوی)

نے فرمایا ہے:-

”بچ کمال غیر از نبوت بالاحوال ختم

نکردیدہ وہ درمید فیاض بخل و

درین ممکن نیست“

کہ سوائے مستقل نبوت تشریحیہ کے

## در کتبا و خستم یا تو خاتمی در جهان روح بختناں خاتمی

اے نبی مطہر مشنوی جس طرح اعلیٰ درجہ کے کاریگر  
کو تو کہتا ہے کہ تجھ پر کاریگری اور دستکاری  
کافرن ختم ہے اسی طرح تو آنحضرتؐ کو مخاطب  
ہو کر کہہ سکتا ہے کہ بندشوں اور رکاوٹوں کے  
ہٹانے اور عقدہ ہلنے لایخل کے حل کرنے میں تو  
خاتم یعنی بے مثل اور بیگانہ روزگار رہے اور وقتاً  
عطا کرنے والوں کی دنیا میں تو خاتم کی طرح لاثانی  
ہے۔

(۱۵) جناب نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالوی  
(وفات ۱۳۰۷ ہجری ۱۸۸۸ء عیسوی) لکھتے ہیں:-

”لا نبی بعدی آیا ہے جس کے معنی  
نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی  
نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئے گا۔“

(اقترب الساعۃ ص ۱۶۲)

(۱۶) جناب مولوی عبدالحمید صاحب لکھنوی (وفات  
۱۳۰۷ ہجری ۱۸۸۴ء عیسوی) لکھتے ہیں:-

”بعد آنحضرتؐ صلعم کے یا زمانے میں آنحضرتؐ  
صلعم کے بعد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ  
صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممنوع ہے۔“

(رسالہ دافع الوسواس ص ۱۲)

(۱۷) جناب شیخ عبدالقادر اکبرستانی تحریر فرماتے

ہیں:-

”ان معنی کونہ خاتم النبیین

ہو انہ لا یبعث بعدہ نبی اخری  
بشیر بیعت اخری

کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین  
ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نئی  
شریعت لیکر مبعوث نہ ہوگا۔“

(تقریب المرام جلد ۲ ص ۲۳۳)

(۱۸) جناب مولوی بشیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی

جنہیں پاکستان میں ”شیخ الاسلام“ بھی کہا جاتا  
ہے (متوفی ۱۹۴۹ عیسوی) لکھتے ہیں:-

”اب میں اس کے سوا کیا کہوں کہ آنحضرتؐ  
صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ اپنی عادات  
واضلاح میں تمام انبیاء علیہم السلام سے

فائق تھے ایسا ہی علوم کے بھی سائے  
مراتب آپ پر تمام کر دئے گئے تھے

کیونکہ انبیاء سابقین میں نہ ایسا اعجاز  
علمی کسی کو دیا گیا نہ اس کے اتباع میں

کسی نے ان علوم کے دریا بہائے ہیں  
جو اہل اسلام نے بہائے ہیں اور جبکہ

صفت علم تمام ان صفات کی خالق  
ہے جو مری عالم میں ہیں تو جس کا اعجاز

علمی ہوگا گویا اس پر تمام کمالات علمی  
کا خاتمہ کر دیا جائے گا اور اسی کو ہمارے

نزدیک خاتم الانبیاء کہنا مناسب  
ہوگا۔“

(رسالہ اعجاز القرآن ص ۶)

ہیں :-

”اگر خاقیت بمعنی القصاص ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس پھیلان نے عرض کیا ہے تو پھر سوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افرار مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے انسداد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افرار مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاقیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا“

(رسالہ تحذیر الناس ص ۲۵)

**واضح نتائج** ناظرین کرام! یہ جملہ واضح حواہی ہیں دنیا کے اسلام کے ان درختوں

بمیں بزرگوں، اماموں، مفسروں، محققوں اور علماء کے قلم سے درج ہیں۔ جن کا زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے لیکر ہمارے زمانہ تک ممتد ہے اور جن کی ملکی وسعت ہندوستان، پاکستان، ایران، عرب، شام، ترکی، یمن، مصر اور اندلس وغیرہ تمام ممالک تک پھیلی ہوئی ہے۔ ان حواہیوں سے عیاں ہے کہ امت مسلمہ خاتم النبیین کا مفہوم یہی سمجھتی رہی ہے کہ :-

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی

شریعت لانے والا اور ناسخ شریعت محمدیہ نبی

(۱۹) علمائے کھنڈ نے استفسار کے جواب میں لکھا

ہے :-

”علماء اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا اور نبوت آپ کی عام ہے اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہو گا وہ متبع شریعت محمدیہ کا ہو گا“

اسی جگہ امام تقی الدین لیسکی (وفات ۵۰۰ ہجری) کا نقل بحوالہ رسالۃ الاعلام باب الفاظ درج آتی :-

”یکون نبوتہ ورسالۃ عامۃ

لجسیع الخلق من زمن ادم

الی یوم القیامۃ ویکون

الانبیاء وامنہم من امتہ

فالنبی صلعم نبی الانبیاء“

ترجمہ :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت ساری مخلوقات کے لئے ہے اور آدم کے زمانہ سے لیکر قیامت تک ہے اور سب نبی اور ان کی امتیں آنحضرت کی امت میں داخل ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء یعنی نبیوں کے نبی ہیں“

(رسالہ جواب دیگر از علمائے کھنڈ مطبوعہ

تحذیر الناس ص ۲۳)

(۲۰) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدر

دیوبند (وفات ۱۸۸۹ عیسوی) تحریر فرماتے

ہے۔ اس قسم نبوت کو جماعت احمدیہ بھی بند مانتی ہے۔  
لہذا یہ چیز متنازع فیہ نہیں۔

تیسرا اصولی جواب یہ ہے کہ مودودی صاحب  
نے قاضی عیاضؒ کی عبارت کا یوں ترجمہ کیا ہے۔  
(الف) ”آپ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد  
کوئی نبی آنے والا نہیں“

(ب) ”تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ  
کلام اپنے ظاہر مفہوم پر محمول ہے اس کے  
معنی و مفہوم میں کسی تاویل و تفسیر کی  
گنجائش نہیں“ (ختم نبوت ص ۲۶)  
لیکن اس کے باوجود مودودی صاحب نے جو باقی آیتیں  
اقوال پیش کئے ہیں ان میں سے پانچ قول مودودی صاحب  
کے الفاظ میں یوں ہیں:-

(۱) علامہ زرخشری (علا) تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں:-

”میں کہوں گا کہ آپ کا آخری نبی ہونا  
اس معنی میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی  
شخص نبی نہ بنا یا جائے گا اور عیسیٰ  
علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جو  
آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور  
جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدؐ  
کے پیرو اور آپ کے قبلے کی طرف  
نماز پڑھنے والے ہوں گے گویا کہ وہ  
آپ ہی کی امت کے ایک فرد ہوں گے“

(رسالہ ختم نبوت ص ۲۵)

(۲) علامہ الفسفی (علا) لکھتے ہیں:-

نہیں آسکتا۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالات نبوت کا  
خاتمہ ہو گیا ہے اور آپ سب سے افضل نبی ہیں۔  
نبی الانبیاء یعنی نبیوں کے شہنشاہ ہیں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی کے  
آنے میں روک نہیں۔ امتی نبی کے پیدا ہونے  
سے خاتمیت محمدیہ میں کوئی فرق نہیں آسکتا  
کیونکہ ایسا نبی تابع شریعت محمدیہ ہوگا۔

مودودی صاحب کے پیش کردہ پہلا اصولی جواب  
مودودی صاحب کے  
پیش کردہ احوال کا

یہ ہے کہ ان احوال کا تعلق کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی کا آنا بند  
ہے۔ اگر ایسا ایک قول بھی مودودی صاحب پیش کر سکتے  
ہوں تو ہماری طرف سے انہیں چیلنج ہے مگر وہ ایسا  
ہرگز نہیں کر سکتے۔

دوسرا اصولی جواب یہ ہے کہ آپ کے پیش کردہ  
اقوال میں خاتم النبیین یا حدیث لانی بعدی کو پیش  
کر کے کہا گیا ہے کہ آئیں۔ نبوت بند ہے اور ہم برسٹل  
واضح حوالہ جات سے دکھا چکے ہیں کہ امت کے اس  
اجماع سے یہی مراد ہے کہ آنحضرت کے بعد شریعت  
والے اور مستقل نبی کا آنا بند ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ مودودی صاحب والے احوال  
میں بھی جہاں جہاں نبوت کے بند ہونے کا ذکر ہے وہاں  
پر سب جگہ شریعت والی یا مستقل نبوت کا بند ہونا مراد



ایک فرد کی طرح ہوں گے نہ ان کی  
طرف وحی (یعنی تشریحی وحی - ناقل)  
آئے گی اور نہ وہ نئے احکام  
دیں گے بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے۔  
(رسالہ ختم نبوت ص ۱۹)

قارئین کرام! ہم نے یہ پانچوں حوالے جناب  
مودودی صاحب کے الفاظ میں اور انہیں کے کئے  
ہوئے ترجمے میں نقل کر دیئے ہیں۔ ان کا مشترک  
مقصد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نبی اللہ کی آمد خاتمیت  
محمدیہ کے منافی نہیں کیونکہ وہ شریعت محمدیہ کے تابع  
ہوں گے۔ نئے احکام نہ دیں گے اور آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے۔ ان بزرگوں نے حضرت عیسیٰ  
کے نبوت سے معزول ہو جانے کو تسلیم نہیں کیا بلکہ بدستور  
نبی قرار دیا ہے۔ مگر یہ کہہ دیا ہے کہ وہ پہلے سے نبی  
ہیں نیز وہ شریعت محمدیہ کے تابع ہوں گے گویا انہوں  
نے خاتم النبیین کی تاویل و تخصیص کی ہے اور قاضی  
عیاض کے بیان کردہ معنوں "آپ کے بعد کوئی نبی  
آنے والا نہیں" کو جنہیں مودودی صاحب نے  
قطع و برید کے ساتھ پیش کیا ہے ظاہر پر محمول نہیں  
کیا۔ مودودی صاحب کا ان اپنے پیش کردہ بزرگوں  
پر خاتم النبیین کی تاویل کرنے اور اسے ظاہر پر محمول  
نہ کرنے کے باعث کیا فتویٰ ہے؟

پس ہمارا تیسرا اصولی جواب یہ ہے کہ جب  
مودودی صاحب کے پیش کردہ علماء بر امت اور مفسرین

"پہلے عیسیٰ تو وہ ان ائمہ میں سے  
ہیں جو آپ سے پہلے ہی بنا گئے جاچکے  
تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو  
شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر  
عمل کرنے والے کی حیثیت سے  
نازل ہوں گے گویا کہ وہ آپ کی  
امت کے افراد میں سے ہیں۔"  
(رسالہ ختم نبوت ص ۲۰)

(۳) علامہ بیضاوی (ص ۱۸) لکھتے ہیں :-

"عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کے بعد  
نازل ہونا اس ختم نبوت میں قاطح  
نہیں ہے کیونکہ جب وہ نازل ہونگے  
تو آپ ہی کے دین پر ہونگے۔"  
(رسالہ ختم نبوت ص ۲۰)

(۴) علامہ سیوطی (ص ۱۲) لکھتے ہیں :-

"عیسیٰ جب نازل ہوں گے تو آپ  
کی شریعت ہی کے مطابق عمل  
کریں گے۔" (رسالہ ختم نبوت ص ۲۰)

(۵) اسماعیل حقی (ص ۱۷) لکھتے ہیں :-

"عیسیٰ آپ سے پہلے ہی بنا گئے  
جاچکے تھے اور جب وہ نازل ہونگے  
تو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
کے پیرو کی حیثیت سے نازل ہونگے  
آپ ہی کے قبلے کی طرف رخ کر کے  
نماز پڑھیں گے۔ آپ کی امت کے

عاجز اور کاذب ثابت کرنے کے لئے اس سے طلب معجزہ باعث تکفیر نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ ص ۲۸۴)

(۲) علامہ ابن جریر البطری نے لکھا ہے ”جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی اب قیامت تک یہ دروازہ کسی کے لئے نہیں کھلے گا“ (ختم نبوت ص ۲۳)

الجواب۔ اس جگہ نبوت سے مراد تشریحی نبوت ہے۔ کیونکہ ابن جریر خود مسیح نبی اللہ کے آنے کے قائل تھے۔

(۳) ”امام ابن حزم وحی کو منقطع مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وحی نہیں ہوتی مگر نبی پر۔“

(ختم نبوت ص ۲۳)

الجواب۔ امام صاحب نے المحلی میں آیت خاتم النبیین کو دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ اور اس آیت میں اجماع امت کے مطابق تشریحی نبیوں کی آمد کا انقطاع مذکور ہے۔ پس جو وحی بند ہوئی ہے وہ بھی تشریحی وحی ہے۔ ورنہ یہ تو واضح مسلمات میں سے ہے کہ مسیح موعود پر اللہ تعالیٰ وحی کرے گا۔ (صحیح مسلم)

(۴) امام غزالی علیہ الرحمۃ۔ مودودی صاحب نے ان کے نام پر ان کی کتاب ”الاقتصاد فی الاعتقاد ص ۱۱۳“ کے حوالہ سے بطور ترجمہ عبارت ذیل واوین میں لکھی ہے۔

بھی آنے والے مسیح کو تابع شریعت محمدیہ نہ مانتے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ بھی مسیح موعود کو تابع شریعت محمدیہ امتی نہ مانتی ہے تو پھر جماعت احمدیہ پر سوائے اس کے کیا الزام عائد کیا جاسکتا ہے کہ جماعت احمدیہ امت محمدیہ میں سے آنے والے مسیح موعود کو مانتی ہے اور مودودی صاحب اور ان کے ساتھی امر الی مسیح کی آمد کے منتظر ہیں مگر جہاں تک ختم نبوت کے باوجود مسیح موعود کی نبوت کا سوال ہے وہاں کے نظریہ میں اصولی اختلاف کوئی نہیں۔

مودودی صاحب کے پیش کردہ اقوال پر

### تفصیلی نظر

(۱) ”امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنے زمانے کے مدعی نبوت سے علامت طلب کرنے کو بھی کفر قرار دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لافسیتی بعدی فرمایا ہے۔“ (ختم نبوت ص ۲۳)

الجواب۔ وہ مدعی نبوت شریعت محمدیہ کو نسخ کرنے کا مدعی تھا۔ چونکہ ایسا دعویٰ امت کے نزدیک لافسیتی بعدی کے مزین خلاف ہے ہے اسلئے علامت طلب کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا اور ظاہر ہے کہ جو شخص نسخ قرآن کا مدعی ہوگا وہ کافر ہے اسلئے امام اعظم کا موقف ہمارے نزدیک درست ہے البتہ متاخرین نے کہا ہے کہ مدعی نبوت کو

کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کی امت سے نہ ہو۔ کیا مودودی صاحب کے نزدیک (معاذ اللہ) امام علی القادی کا قرہ ہیں؟

(۲) حضرت امام محمد طاہر نے فرمایا ہے کہ (لا نبی بعدی) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ ایسا نبی نہ آئے گا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ مودودی صاحب بتلائیں کہ وہ امام محمد طاہر علیہ الرحمۃ کو مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟

(۳) حضرت ابن العربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ لا نبی بعدی سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے کہ کوئی نبی میری شریعت کے خلاف نہیں ہو سکتا بلکہ جب بھی آئے گا تو میری شریعت کے تابع ہوگا۔ مودودی صاحب بتائیں کہ کیا وہ حضرت زین العابدین کو بھی کافر قرار دیتے ہیں؟

(۴) جناب نواب صدیق حسن خان صاحب نے صاف لکھا ہے کہ:-

”لا نبی بعدی آیا ہے جس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع نامح لے کہ نہیں آئے گا۔“ (اترأب الساعۃ ص ۱۱۱)

کیا مودودی صاحب نواب صاحب موصوف بلکہ تمام اہل علم کو کافر قرار دیں گے؟ امید ہے کہ اس سوال پر خود کرنے سے جس کا دائرہ

”امت نے بالاتفاق اس لفظ (لا نبی بعدی) سے یہ سمجھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد کسی نبی اور کسی رسول کے بھی نہ آئے گا شرع فرما چکے ہیں اور یہ کہ اس میں کسی تاویل و تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب جو شخص اس کی تاویل کر کے اسے کسی خاص معنی کے ساتھ مخصوص کرے اس کا کلام محض بکواس ہے جس پر تکفیر کا حکم لگانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کیونکہ وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے متعلق تمام امت کا اجماع ہے کہ اس کی نہ تاویل کی جا سکتی ہے اور نہ وہ مخصوص ہے۔“ (رسالہ عقیم نبوت ص ۲۳۵-۲۳۵)

**ایک سوال** | اس عبارت کو امام غزالی کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس میں مودودی صاحب نے جس خطرناک علمی خیانت سے کام لیا ہے۔ اس کا ذکر کرنے سے پہلے ہم ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ اگر خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کی تاویل و تخصیص کرنا نص کی تکذیب ہے جس سے انسان فوراً کافر ہو جاتا ہے تو مودودی صاحب اس فصل کے شروع میں بیان کردہ حجارتوں کے بزرگ قائلین کے متعلق کیا فتویٰ دیتے ہیں۔ ہم ذرا کھل کر پوچھتے ہیں کہ:-

(۱) امام علی القادی نے لکھا ہے کہ خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ ایسا نبی نہ آئے گا جو آنحضرت

بہت دُور تک جاتا ہے جناب مودودی صاحب  
کا جوش تکفیر رک جائے گا۔

مودودی صاحب کے نام پہنچ | حضرت امام غزالیؒ  
کی کتاب الاقتصاد

فی الا اعتقاد کا مطالعہ ہمارے سامنے ہے ہم نے  
اسے بار بار پڑھا ہے۔ ہمیں وہ وہ کہتے ہیں کہ  
مودودی صاحب نے اس کے متعلق کس قدر دیدنی  
سے کام لیا ہے۔ مودودی صاحب حضرت امام غزالی  
کی طرف سے منسوب کر رہے ہیں کہ انہوں نے مذکورہ بالا  
سوال میں لافنی بعدی کی تاویل کرنے والوں کے  
متعلق لکھا ہے:-

”جس پر تکفیر کا حکم لگانے میں کوئی  
امر مانع نہیں ہے کیونکہ وہ اس نص  
کو بھٹلا رہا ہے۔ ہمیں اس کے متعلق تمام  
امت کا اجماع ہے کہ اس کی تاویل  
کی جاسکتی ہے اور نہ وہ مخصوص ہے“

اس عبارت کی جان یہ فقرہ ہے کہ ”کیونکہ وہ اس  
نص کو بھٹلا رہا ہے“ مگر یہ فقرہ حضرت امام غزالی  
کی اصل عبارت میں سرے سے موجود ہی نہیں بلکہ صریح الفاظ  
اس کے برخلاف موجود ہیں۔ حضرت امام غزالی تحریر  
فرماتے ہیں کہ اگر کوئی لافنی بعدی یا خاتم النبیین  
کی یہ تاویل کرے کہ اولوا العزم پیغمبروں کی اس میں  
نقص ہے تو اگرچہ ہم اس تاویل کو درست نہ مانتے مگر  
ظواہر التشبیہ یعنی آیات منشا بہات کی ہم اس  
تاویل سے بھی بعید تر تاویلات کر چکے ہیں اور تاویل

کا یہ طریق ایسا ہے:-

ولم یکن ذلک مبطلًا

للنصوص۔

کہ اس سے کسی نص کا باطل ہونا لازم

نہیں آتا۔“ (الاقتصاد ص ۱۱۱)

اسی صفحہ پر آگے فرماتے ہیں کہ:-

ولکن الرد علی هذا القائل

ان الامة فہمت بالاجماع

من هذا اللفظ ومن قرائن

احوالہ انه افہم عدم نبی

بعده ابدأ وعدم رسول

اللہ ابدأ وانہ لیس فیہ

تاویل ولا تخصیص فمنکر

هذا الا یكون الامنکر

الاجماع۔

ترجمہ:- لیکن اس قائل کی تاویل کی تردید

میں کسی کا یہ کہتا کہ امت نے اس لفظ

اور اس کے قرائن حالات یا لاجماع

پہی سمجھا ہے کہ حضورؐ نے سجد یا تھا کہ

آپ کے بعد کبھی بھی رسول اور نبی نہ

ہوگا اور اس میں کوئی تاویل و تخصیص

روا نہیں تو اس بات کا منکر زیادہ

سے زیادہ اجماع کا ہی منکر ٹھہرایا

جائے گا۔“ (ص ۱۱۱)

ان دونوں عبارتوں کو پڑھنے کے بعد کوئی اہل علم

ترجمہ :- جو شخص حضرت ابو بکرؓ اور ان کی خلافت کا منکر ہو اس کو کافر ٹھہرانا لازم نہیں کیونکہ وہ اصول دین میں سے کسی ایسے اصل کو نہیں جھٹلا رہا جس کی تصدیق واجب تھی۔ برخلاف حج نماز اور دیگر ارکان اسلام کے ہم کسی کو اجماع کی مخالفت کی وجہ سے کافر نہیں گردان سکتے ہیں تو نظام کو بھی کافر قرار دینے میں تردد ہے جو سرے سے اجماع کا ہی منکر ہے۔

..... کیونکہ ہمارے نزدیک اجماع کو حجتِ قطعی قرار دینے میں بہت سے شبہات ہیں۔

(الاقصاد ص ۱۱۲-۱۱۳)

حضرت امام غزالی کا یہ نظریہ مودودی صاحب کے خیال اور طریق عمل کے صریح منافی ہے۔ مودودی صاحب لانسما بعدی اور خاتم النبیین کی تاویل کرنے والے سلف صالحین کو بھی نص کا منکر قرار دیکر بیباکی سے گردن زدنی ٹھہرنے میں بھی تامل نہ کریں گے حالانکہ امام غزالی کے نزدیک ایسے مؤولین نص کے ہرگز منکر قرار نہیں پاتے انہیں زیادہ سے زیادہ اجماع کا منکر ٹھہرایا جاسکتا ہے مگر اجماع کا منکر ہرگز کافر نہیں ہوتا۔ پس مودودی صاحب اور امام غزالی کے نظریہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

ہماری وضاحت | ہمارے نزدیک امام غزالی کے

اس باب سے میں اختلاف نہیں کر سکتا کہ خواہ لاجب بعدی کی تاویل امام غزالی کے خیال کے مطابق کتنی پوری اور بے دلیل کیوں نہ ہو مگر امام صاحب کے نزدیک اس تاویل کا قائل نص کا منکر ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ اسے زیادہ سے زیادہ اجماع کا منکر ٹھہرایا جاسکتا ہے ہم مودودی صاحب کو پہلے ہی دیتے ہیں کہ وہ حضرت امام غزالیؒ کی کتاب "الاقتصاد کے حوالہ میں ص ۱۱۲ الفاظ پیش کریں جن کا ترجمہ انہوں نے "وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے" کیا ہے؟ ہم پوری تضحی سے کہتے ہیں کہ مودودی صاحب ایسا فقرہ حضرت امام غزالی کی عبارت سے پیش نہیں کر سکتے؛ باقی دیا اجماع کے منکر پر فتویٰ کا سوال۔ تو اسی جگہ مذکورہ عبارت سے پیشتر حضرت امام غزالی لکھ چکے ہیں :-

من انکر وجود ابی بکر و  
خلافتہ لم یلزمہ تکفیرہ  
لانہ لیس تکذیباً فی اصل  
من اصول الدین مما یوجب  
التصدیق بہ بخلاف الحج  
والصلاة و ارکان الاسلام  
ولسنا نکفرہ لمخالفة  
الاجماع فان لنا نظراً فی  
تکفیر النظام المنکر  
لاصل الاجماع لان التهمة  
کثیرة فی کون الاجماع حجة  
قاطعة۔

نظریہ ہے۔ وحی سے مراد بھی اس عبارت میں مستقل اور تشریحی وحی ہے ایسے سب لوگ بلاشبہ بقول قاضی عیاض "کافر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے والے ہیں"

ہماری پیش کردہ تشریح کی تائید خود قاضی عیاض کی اس عبارت سے ہوتی ہے جو مودودی صاحب کے پیش کردہ اقتباس سے ذرا پہلے یوں درج ہے۔

"فكذلك من ادعى بنبوۃ  
احدمع نبینا صلی اللہ  
علیہ وسلم اور بعدہ کا حیثیت  
من الیہود والقائلین بتخص  
رسالته الی العرب"

کہ اسی طرح وہ لوگ ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا آپ کے بعد کسی کی نبوت کے قائل ہیں جیسا کہ یہودیوں عیسویوں فرقہ اور وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو صرف عرب کے لئے مخصوص قرار دیتے ہیں پس قاضی عیاض کے نزدیک براہ راست نبی کا امرگانا ماننا کسی تاویل کے ذریعہ یا آنحضرت کی نبوت کو عرب کے لئے مخصوص قرار دینا کفر ہے اور اس سے ہمیں بھی اختلاف نہیں۔

(۸) مودودی صاحب نے علامہ شہرستانی کا قول نقل کیا ہے کہ جو کہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا ہے بجز عیسیٰ علیہ وسلم کے۔ تو اسکے

"بجو زمان یبعث رسول بعد نبینا" کہنے والوں کا مقصد یہ تھا کہ مستقل رسول آسکتا ہے اور ایسا خیال لقیبتا غلط اور صریح آیات کے خلاف ہونے کے باعث موجب کفر ہے۔ اس خیال کے لوگوں کی تاویل بجز ہدیان کچھ نہیں مگر امتی نبی کا نظریہ نہ اس وقت وضع طور پر موجود تھا اور نہ ہی امام غزالی نے اس کے متعلق اس جگہ کچھ تحریر فرمایا ہے اس لئے امام غزالی کے قول کو جماعت احمدیہ کے خلاف پیش کرنا خود امام صاحب موصوف سے بھی بے انصافی ہے اور جماعت احمدیہ سے بھی۔ یاں ہمہ یاد رہے کہ سچے مسلمان کے لئے اصل سند خدا اور اس کے رسول کا ارشاد ہے دوسرے صلحاء کا قول اسی صورت میں محبت ہے کہ وہ اللہ کے کلام کے مطابق ہو۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے موافق ہو۔ صالحین امت کا اسی مسلک پر اجماع ہے۔

(۵) امام بخاری صاحب معالم التنزیل کی عبارت میں "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا" (رسالہ ختم نبوت ص ۲۵) سے مراد یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شریعت لانے والا اور مستقل نبی نہ آئے گا۔

(۶) علامہ زحشری کے پیش کردہ قول پر بطور بالا میں جواب درج ہو چکا ہے۔

(۷) قاضی عیاض کی عبارت میں نبوت سے مراد مستقل اور براہ راست نبوت ہے جس میں جو صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا دخل نہ ہو یہی فلاسفہ اور غلامانہ

نے بھی ”ختم اللہ بہ النبوة فلا نبوة بعدہ ای ولامعہ“ میں اسی نبوت کی نفی فرمائی ہے جس کا حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر اور آپ سے علیحدہ ہو کر دعویٰ کیا جائے جیسا کہ مسیلمہ کذاب وغیرہ کی نبوت تھی اور یہ امر مجاہدے نزدیک متنازع فیہ نہیں ہے۔

(۱۳) علامہ ابن کثیر کے قول کے ترجمہ میں کچھ نقطے دیکھو

مودودی صاحب نے یوں درج کیا ہے :-

”حضور کے بعد جو شخص بھی اس مقام

کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، مفری،

دجال، گمراہ اور گمراہ کرنا والا ہے“

لفظ ”اس مقام“ کا مشابہ لفظوں والے

نقرات میں ہے جہاں علامہ موصوف نے مسیلمہ

کذاب اور اسود غسی کا ذکر بطور مثال کیا ہے

گویا علامہ موصوف بھی تشریحی نبوت کے مدعی

کا ذکر فرما رہے ہیں اور اس نبوت تشریحی کی

آمدہ کے لئے نفی فرما رہے ہیں۔

(۱۴) علامہ سیوطی کا قول کہ ”آنحضرت کے بعد کوئی

نبی نہیں اور عیسیٰ جب نازل ہوں گے تو آپ

کی شریعت ہی کے مطابق عمل کریں گے“ بنا رہا

ہے کہ وہ آنے والے مسیح موعود کو نبی مانتے

ہیں اور چونکہ وہ شریعت محمدیہ کے مطابق

عمل کرنے والا ہے اس لئے اس کی آمد کو غایت

محمدیہ کے معنی میں نہیں سمجھتے۔ جہاں تک خاتم النبیین

کافر ہونے میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہیں ہے“ (ختم نبوت ص ۲۱)

جو ایسا گزارش ہے کہ اول تو اس میں آیتوں کے

مسیح کو بہر حال نبی تسلیم کیا گیا ہے دوسرے اس

جگہ نبی سے مستقل نبی مراد ہے انتہی نبی کی نفی ہرگز

مراد نہیں۔ علامہ شہرستانی نے اس کی وجہ یہ قرار

دی ہے۔ لصحة قیام الحجۃ بکل هذا

علیٰ کل احد۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس جگہ

تشریحی نبوت کی نفی ہی مراد ہے۔

(۹) امام رازی کی نقل کردہ عبارت میں ”توضیح کا

میں کوئی کسر“ (رسالہ ختم نبوت ص ۲) کے لفظ

سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی مراد شروع نبی سے

ہے تفسیر کبریٰ میں تکمیل الشریعہ کا لفظ ہے۔ اور

نبوت تشریحی کے لفظ شروع میں کسی کو اختلاف نہیں

ہے۔ ہم نے حضرت امام رازی کی ختم نبوت کے

متعلق مفصل تشریح اپنے حوالجات میں اوپر

درج کر دی ہے۔

(۱۰) امام بیضاوی کے قول پر شروع میں بحث ہو

چکی ہے اس میں بھی صاف طور پر تشریحی نبوت

کی نفی مراد ہے۔

(۱۱) امام نسفی کے قول پر بھی مفصل بحث فصل کے شروع

میں ہو چکی ہے وہ امتی نبی کے آنے کو ناممکن

نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ واضح طور پر حضرت مسیح کی

آمد ثانی کو ایک تابع نبی کا آدھارتے ہیں۔

(۱۲) علامہ علماء العربین بغدادی صاحب غیبی حقائق

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی درج فرمائی ہے :-

لو كان عيسى حياً ما وسعه  
إلا اتباعي -

کہ اگر عیسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لئے

میری پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔

جس سے یہ ثابت ہے کہ آنے والا مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہوگا۔

(۱۴) مترجموں نمبر پر مودودی صاحب شیخ مہملعل ستھی

صاحب تفسیر روح البیان کا قول درج کیا ہے

جس میں انہوں نے خاتم النبیین کے ایک لغوی

معنی ”مہر پیغمبران“ درج کئے ہیں پھر وہ

حضرت مسیح کی بحیثیت نبی آدمیتانی کے قائل بھی

ہیں کیونکہ بقول ان کے وہ نئے احکام نہیں

دیں گے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

تخلیف ہوں گے۔ پس اس عبارت کے بعد ان

کے قول میں جس نبوت کی نفی ہے وہ صرف شرعی

نبوت ہے۔ وہ خود صراحت سے لکھتے ہیں

”فلم يبق إلا النبوة اللغوية“

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف

لغوی نبوت باقی ہے۔ اس نبوت لغوی

کو صوفیاء نے نبوة الولاية یا محض ولایت

بھی لکھا ہے۔ مگر ان کے قول پر مجموعی نظر کرنے

سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو حقیقت ہی نبوت

سے دو مشتاق کر لئے گئے تھے جسے حضرت

کے معنوں کا اصولی سوال ہے علامہ سبوطی یہاں

ہم عقیدہ میں صرف اتنا اختلاف ہے کہ وہ

آنے والے موعود کو عیسیٰ بن مریم اسرائیلی

سمجھتے ہیں اور ہم اسے محمدی یقین کرتے ہیں۔

(۱۵) علامہ ابن نجیم کا قول الا شباہ والنظائر

میں اس طرح ہے ”اذ لم يعرف ان محمداً

اخرا لانبیاء فليس بمسلم“ جس

سے یہی مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو حضور کے ارشاد ”ان ائخر الانبیاء

ومسجدی ائخر المساجد“ کے مطابق

آخر الانبیاء ماننا ضروری ہے ظاہر ہے کہ یہ

امر جماعت احمدیہ کے نزدیک بھی قابل نزاع

نہیں۔ آخر الانبیاء کے معنوں پر مفصل بحث

سابقہ فصل میں گزر چکی ہے۔

(۱۶) حضرت ملا علی قاری کا قول ”دعوى النبوة

بعد نبينا صلى الله عليه وسلم

كفر بالاجماع“ (شرح فقہ اکبر) بھی

تشریحی نبوت سے مخصوص ہے۔ کیونکہ

حضرت ملا علی قاری خود تحریر فرماتے ہیں کہ

خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد

ایسا نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی شریعت کو منسوخ قرار دے اور آپ کا

امتی نہ ہو“ (موضوعات کبیر ص ۱۹)

ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ اسی شرح

فقہ اکبر مطبوعہ مصر میں مثلہ پر ملا علی قاری



صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو منسوخ  
 کر دینا کا فر قرار دینا واجب اور  
 ضروری ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد ۲۸۳  
 مطبوعہ کانپور)

پس اخرا لانبیاء کا مفہوم فتاویٰ  
 عالمگیری میں آخری صاحب شریعت نبی لیا  
 گیا ہے۔ وھذا مالا نزاع فیہ  
 بتاتاً۔

(۱۴) علامہ شوکانی نے اپنی تفسیر فتح القدر میں  
 تحریر فرمایا ہے:-

”انہ صادر کالختام لھم الذی  
 یختتمون بہ ویترتینون  
 بكونہ منھم“

مودودی صاحب اس کا ترجمہ فرماتے ہیں:-  
 ”آپ ان کے لئے ختم کی طرح ہو گئے جس کے  
 ذریعہ ان کا سلسلہ سر بھر ہو گیا اور جس کے  
 شمول سے ان کا گروہ مزین ہوا۔“ (ذوالہ  
 ختم نبوت ص ۱۱)

عربی دان جانتے ہیں کہ ”الذی یختتمون  
 بہ“ سے مراد اس جگہ یہی ہے کہ نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم جملہ انبیاء کے لئے ختم قرار پائے اور  
 انہیں حضور کی ختم کے طفیل مقام نبوت عطا  
 ہوا۔ آپ سب میں افضل قرار پائے۔ پینانچہ  
 مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے بھی لکھا ہے:-  
 ”بدین لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نبی

مسیح موعود علیہ السلام نے تمہی نبوت یا ایک پہلو  
 سے نبی اور ایک پہلو سے اسی قرار دیا ہے۔  
 (۱۸) اٹھارہویں نمبر پر مودودی صاحب نے فتاویٰ  
 عالمگیری کے اس فقرہ کا ترجمہ کیا ہے ”سمعت  
 بعضهم یقول اذا لم یعرف الرجل  
 ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم  
 اخرا لانبیاء علیہم وعلیٰ نبینا السلام  
 فلیس بمسلم کذا فی الیتیمہ“  
 (رسالہ ختم نبوت ص ۱۱)

ہم باہر بار وضاحت کر چکے ہیں کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ”انی اآخر  
 الانبیاء وانی مسجدی اآخر المساجد“  
 سے کیا مراد ہے۔ نیز یہ کہ اس کے مطابق ہر  
 مسلمان پر فرض ہے کہ وہ آپ کو آخر الانبیاء  
 یقین کرے۔

فتاویٰ عالمگیری کے اس سوال کے بعد کے  
 اُس بیان سے بھی اخرا لانبیاء کی وضاحت  
 ہوتی ہے جس میں لکھا ہے:-

ویجب ا کفاراً لنبیۃ  
 کلھم فی قولھم یا متقلسار  
 نبی من العجم منسخ دین  
 نبینا وسمیٰ نامہ محمد  
 صلی اللہ علیہ وسلم۔

کہ فرقہ زیدیہ کو جو بلاؤ عجم سے  
 ایسے نبی کا منتظر ہے جو ہمارے نبی

اور زمانی ہر بحیثیت سے خاتم النبیین

ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے

آپ کی مہر لگ کر ملی ہے۔

(قرآن مجید مترجم علامہ عثمانی ذیاریت

خاتم النبیین)

یہ خاتم النبیین کی مہر نبیوں کو ختم کرنے

یا بند کرنے کے لئے نہیں تھی بلکہ اس لئے تھی کہ

اس مہر کے لگنے سے انہیں نبوت ملے۔ یعنی

خاتم النبیین کی مہر کے ان کی نبوت یا نبوت

کو نہیں پہنچ سکتی تھی۔

(۲۰) اس نمبر پر علامہ آلوسی کی تفسیر روح المعانی سے

خاتم النبیین کے معنی مودودی صاحب نے نقل

کئے ہیں مگر اسی جگہ پر بھی درج ہے کہ آخری

زمانہ میں حضرت مسیح کی آمد بحیثیت نبی ایک مسئلہ

عقیدہ ہے۔ نیز امت محمدیہ کے افراد پر نازل

ملائکہ کا بھی ذکر ہے۔ ان کے الہامات کا

بھی اجمالی تذکرہ ہے۔ بالآخر علامہ آلوسی نے

یہ بھی تحریر کیا ہے کہ بعض لوگ آنے والے مسیح

پر وحی کے نزول کی نفی کرتے ہیں۔ مگر امام ابن حجر

البیہقی نے فرمایا ہے "نعم یوحیٰ لکبہ علیہ

السلام ووحیٰ حقیقی" (روح المعانی

جلد ۶ ص ۶۵) کہ مسیح پر بعد نزول حقیقی وحی ہوگی۔

پھر خود علامہ آلوسی لکھتے ہیں :-

"لَعَلَّ مَنْ نَفَى الْوَحْيَ عَنْهُ

عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ نَزُولِهِ

أَرَادَ وَحْيَ التَّشْرِيعِ وَمَا ذَكَرَ

وَحْيًا لِأَنَّ التَّشْرِيعَ فِيهِ

(روح المعانی جلد ۶ ص ۶۵)

کہ جنہوں نے مسیح کے نزول کے بعد

ان پر وحی کے نازل ہونے کی نفی کی

ہے غالباً ان کی مراد تشریحی وحی

ہے اور جو وحی مسیح موعود کے لئے

حدیثوں میں مذکور ہے وہ تشریحی وحی

نہیں ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اگرچہ علامہ آلوسی پر وحی

حدی کے آخری حصہ کے مفسر ہیں۔ تاہم وہ آنے والے

مسیح موعود کے لئے نبوت اور وحی غیر تشریحی کے قائل

تھے اور اسے خاتمت محمدیہ کے خلاف نہیں سمجھتے تھے۔

ایک فصلیہ کن طریق

مسیح نامہ ص ۱۰۰ علیہ السلام کی آمد

ثانی کے قائل ہیں اور انہیں تابع شریعت محمدیہ نبی

مانتے ہیں ان کے اقوال حیات مسیح کی تائید میں تو پیش

کئے جاسکتے ہیں مگر انہیں ختم نبوت کے معنوں کی تعبیر

میں پیش کرنا خود تاویل کا دروازہ کھولتا ہے۔ ایسے

سب لوگ خاتم النبیین کی تاویل و تخصیص کے قائل

ہیں۔ وہ مسیح موعود کو تابع شریعت محمدیہ قرار دے کر

اس کے آنے کو خاتمت محمدیہ کے خلاف نہیں سمجھتے۔ یہاں

ایسے تمام بزرگ خاتمت محمدیہ کے معنوں کے سلسلہ میں

اصولی طور پر ہم سے متفق ہیں۔ ان کا ہم سے صرف

شخص موعود کی تعبیر میں اختلاف ہے۔ مگر اس کے

منصب اور مقام میں کوئی اختلاف نہیں۔ مودودی صاحب کا ایسے حوالہ جات کو پیش کرنا دراصل اپنے دعویٰ "لاقا وسیلہ ولا تخصیص" کی تردید کرنا ہے۔ اندر میں صورت فیصلہ کا طریقہ یہی ہے۔ کہ خاتمیت نبوت محمدیہ کے معنی تو یہ تسلیم کر لئے جائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ جیسا کہ ہر قرن اور ہر ملک کے صلحاء بیان کرتے آئے ہیں۔ باقی اس امر کا پہلے قرآن مجید کی نصوص سے فیصلہ کر لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جسمانی طور پر زندہ ہیں یا فوت ہو گئے ہیں۔ اگر وہ زندہ ثابت ہو جائیں تو مودودی صاحب اور ان کے ہم خیال سچے قرار پائیں گے اور اگر حضرت مسیح وفات پا چکے ہوں تو جماعت احمدیہ کا حق پر ہونا بالبداهت ثابت ہو جائے گا اور احادیث کے الفاظ کو قرآن مجید کے تابع کر کے ان کی تاویل کی جائے گی۔ کیا ہمارے مخالفین کو یہ طریق فیصلہ منظور ہے؟

درج کر دیئے ہیں اور پھر ان سے وہ استدلال کیا ہے جو نادرست ہے۔ مودودی صاحب لکھ چکے ہیں کہ وہ "میرا طریقہ یہ ہے کہ میں بزرگانِ سعادت کے خیالات اور کاموں پر بے لگ تحقیق و تنقید کا نگاہ ڈالتا ہوں جو کچھ ان میں حق پاتا ہوں اسے حق کہتا ہوں اور جس چیز کو کتاب و سنت کے لحاظ سے یا حکمتِ عملی کے اعتبار سے درست نہیں پاتا اس کو صاف صاف نادرست کہتا ہوں۔"

(رسائل و مسائل ص ۵۰)

عملی طور پر مودودی صاحب اس طریقہ "پرکازم نظر نہیں آتے۔ امام غزالی اور امام قرطبی میں تضاد" اور اس کے تطبیق کا امتحان ہو جاتا ہے۔ قارئین پڑھ چکے ہیں کہ مودودی صاحب نے امام غزالی کی کتاب الاقتصاد کے حوالہ کو غلط اور گمراہ اپنی تائید میں پیش کیا ہے اور اس پر بہت زور دیا ہے مگر علامہ القرطبی اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں:-

وما ذکرہ الغزالی فی هذه الآية وهذا المعنى فذكر به الذي سماه بالاقتصاد الحاد عندی و تطرق خبیث فتشویب عقیدة المسلمین فی ختم عهد صلی اللہ علیہ وسلم النبوة فالخذ الخذر منه (الجامع لاحکام القرآن جلد ۱۳ ص ۱۹۶-۱۹۷) کہ امام غزالی نے اپنی کتاب الاقتصاد میں آیت خاتم النبیین کے معنی کے متعلق جو لکھا ہے وہ میرے نزدیک الحاد ہے اور ختم نبوت محمدیہ کے بارے میں مسلمانوں کے عقیدہ کو مشوش کرنے کا خبیث طریقہ ہے اس پر بھنا پھرتا ہے۔

**اقوال بزرگانِ سلف کے متعلق مودودی صاحب کے پیش کردہ اقوال بزرگانِ مودودی صاحب کا طریقہ**

چاچکی ہے اور بتایا جا چکا ہے کہ ان میں اتنی نبوت کی ہرگز نفی نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ایک افسوسناک امر ہے کہ بزرگانِ سلف کی تعبیرات کو اپنی ذات میں مودودی صاحب قابلِ حجت نہیں سمجھتے۔ مگر عامۃ الناس کی جہالتِ فائدہ اٹھانے کے لئے انہوں نے اپنے کتابچے میں بہت سے اقوال

امام غزالی اور امام قرطبی میں تضاد اور اس کے تطبیق کا امتحان ہو جاتا ہے۔ قارئین پڑھ چکے ہیں کہ مودودی صاحب نے امام غزالی کی کتاب الاقتصاد کے حوالہ کو غلط اور گمراہ اپنی تائید میں پیش کیا ہے اور اس پر بہت زور دیا ہے مگر علامہ القرطبی اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں:-

# فصل مفتاح

## لغت کی رو سے خاتم النبیین کے معنی

اضافی ہے۔ ابن کے معنی بیٹے کے ہیں اور السبیل راستہ کو کہتے ہیں۔ ابن السبیل کا لفظی ترجمہ ”راستے کا بیٹا“ ہوگا۔ مگر کیا مرکب اضافی ’ ابن السبیل‘ کے معنی اسی طرح بیان کئے جائیں گے یا ابن السبیل سے مراد مسافر لیا جائے گا؟ یہ مثال خاتم النبیین پر پوری طرح منطبق نہیں ہوتی۔ کیونکہ خاتم النبیین میں مضاف الیہ صاحب کمال افراد کی جماعت ہے اور اس مرکب اضافی (خاتم النبیین) کا سرور کو نہیں صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاق بطور مدح ہے۔ مدح بھی وہ کہ جس سے بڑھ کر آپ کی مدح قرآن مجید میں آور کہیں بیان نہیں ہوئی۔

علماء کا سطحی اسلوب بیان | عربی زبان کی وسعت اور اس کی لطافت اور

اس کے مرکبات کے معانی کی ندرت اور ہمہ گیری سے ناواقف علماء خاتم النبیین کے معنوں کا تعین کئے کچھ اس قسم کا اسلوب بیان اختیار کرتے رہے ہیں کہ۔

”ختم کے اہل معنی مہر لگانے، بند کرنے اور کسی چیز کا سلسلہ منقطع کر دینے کے ہیں۔ ختم الازد نام کے معنی ہیں برتن کا مٹہ بند کر دیا۔ ختم العصل

خاتم النبیین مرکب اضافی | قرآن مجید احادیث بطور مدح استعمال ہوا ہے | نبویہ، صحابہ کرام اور بزرگان سلف

کے بیانات سے خاتم النبیین کے معنی بیان ہو چکے ہیں۔ اس تفصیل میں ضمن لغت کا بھی ذکر آیا ہے۔ مگر یہ فصل خالص لغت کے رو سے خاتم النبیین کے معنوں کی تعیین کے لئے ہے۔

لغت سے مراد عربی زبان ہے جس میں مفردات اور مرکبات کا استعمال شامل ہے۔ تو ایسے یا کتب لغت کا اصل کام مفرد الفاظ کے معانی بیان کرنا ہے۔ مرکب کے اہل معنی کی تعیین عربی زبان کے محاورات سے ہوا کرتی ہے۔

لفظ خاتم النبیین مرکب اضافی ہے۔ لفظ خاتم مضاف ہے اور النبیین مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکب اضافی (خاتم النبیین) لغت، محاورہ اور مذہب کی ساری تاریخ میں صرف ایک مرتبہ اور صرف ایک ہی وجود یا وجود (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مرکب اضافی کے معنوں کی تعیین کے صحیح طریق کی وضاحت کے لئے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ ”ابن السبیل ایک مرکب

معنی نفی کمال کے لیتے ہیں نفی جنس کے نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خاتم کا لفظ کہیں بھی نفی جنس کے ساتھ استعمال نہیں ہوا اگر ہوا ہو تو مثال کے طور پر بتایا جائے ان کا بیسج ہے کہ جو شخص عربی لغت میں خاتم کے معنی نفی جنس کے دکھادے اس کو العام ملے گا۔ نفی کمال کی مثالیں وہ یہ دیتے ہیں کہ مثلاً کسی کو خاتم لانا کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ولایت اس پر ختم ہو گئی بلکہ حقیقی مطلب یہ ہوتا ہے کہ ولایت کا کماں اس پر ختم ہوا اقبال کے اس فقرے کو بھی وہ نظیر میں پیش کرتے ہیں۔

آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جہاں آباد

میں اس کے بعد کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا

بلکہ یہ ہے کہ وہ جہاں آباد کا آخری

بالکمال شاعر تھا۔ اسی قاعدے پر وہ

خاتم النبیین کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالات نبوت ختم

ہو گئے نہ یہ کہ خود نبوت ہی ختم ہو گئی!

(رسائل و مسائل ص ۳۲)

قارئین کرام! آپ خدا بگتی کہیں کہ کیا اس بیٹف

پرمحنی اور باریک استدلال کا از روئے لغت وہی جواب

ہونا چاہیے جو مودودی صاحب نے آپ کی سطور میں دیا ہے؟

کے معنی ہیں کام پورا کر کے اس سے

فارغ ہو گیا۔ ختم الکتاب کے

معنی ہیں خط پورا کر کے اس پر مہر لگا دی

خود قرآن میں منکرین حق کے متعلق فرمایا

گیا ہے کہ ختم اللہ علی قلوبہم

مندانے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے

یعنی ان کے دل قبول حق کے لئے بند

کر دیئے گئے ہیں۔ نہ ایمان ان کے

اندر جا سکتا ہے نہ کفر ان میں۔ سے

بہل سکتا ہے۔ پس حضور کو خاتم النبیین

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

نبیوں کا سلسلہ مکمل کر کے آپ کو اس پر

مہر کے طور پر نصب کر دیا ہے اب

اس سلسلہ میں کوئی نیا نبی داخل نہیں

ہو سکتا۔ (رسائل و مسائل ص ۳۲)

مولانا مودودی صاحب نے یہ کلمات ایک سائل

کے جواب میں ۱۶ اپریل ۱۹۵۵ء کو طمان سے لکھے

تھے اور آج بھی رسالہ ختم نبوت ضلالت پر مولانا نے

ہو چوپی انداز استدلال اختیار فرمایا ہے۔

آپ کو شاید

ایک غیر احمدی کا معقول سوال اندازہ نہ ہو

کہ جناب مودودی صاحب نے رسائل و مسائل ص ۳۲

کے الفاظ کس سوال کے جواب میں لکھے ہیں اسلئے پہلے

وہ سوال پڑھ لیجئے۔ لکھا ہے۔

”مرزائی حضرات لفظ خاتم کے

## جماعت احمدیہ کا چیلنج

غیر احمدی سائل نے اپنے سوال میں جماعت احمدیہ کے جس چیلنج کا ذکر کیا ہے وہ یوں ہے کہ عربی زبان میں اور اس کے محاورات میں جب کبھی خاتم النبیین کے طریق پر کوئی مرکب اضافی کسی کی طرح میں استعمال ہوا ہے جس کی عربی زبان میں بہت سی مثالیں موجود ہیں تو ایسے مرکب اضافی کے معنی ہمیشہ اس جماعت مضاف الیہ کا اعلیٰ، کمال اور انتہائی فضل فرد کے ہوتے ہیں اور وہ فرد اپنے کمال میں بے مثال اور عظیم النظیر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے استعمالات کی کم و بیش چالیس مثالیں جو ہم نے یہاں اپنے ملک میں اور بلاد عربیہ میں بھی بار بار شائع کی ہیں حسب ذیل ہیں۔

## خاتم مرکب اضافی کی مثالیں

۱۔ ابوتام شاعر کو خاتم الشعراء لکھا،

(وقیات الاحیان جلد اول)

۲۔ ابوالطیب کو خاتم الشعراء لکھا گیا ہے۔

(مقدمہ دیوان المتنبی مصری ص ۱)

۳۔ ابوالعلاء المعری کو خاتم الشعراء قرار دیا گیا ہے۔

(سوال مذکورہ حاشیہ ص ۱)

۴۔ شیخ علی حزیں کو ہندوستان میں خاتم الشعراء سمجھتے

ہیں۔ (حیات سعدی ص ۱۷)

۵۔ حبیب شیرازی کو ایران میں خاتم الشعراء سمجھا جاتا

ہے۔ (حیات سعدی ص ۱۷)

۶۔ حضرت علیؑ خاتم الاولیاء ہیں۔ (تفسیر صافی سورۃ احزاب)

۷۔ امام شافعی خاتم الاولیاء تھے۔

(التحفة السنیہ ص ۲۵)

۸۔ شیخ ابن العربی خاتم الاولیاء تھے۔ (مشرق و مغرب ص ۱۷۱)

۹۔ کافور خاتم الکرام تھا۔ (شرح دیوان المتنبی ص ۱۷۱)

۱۰۔ امام محمد عبدہ مصری خاتم الامم تھے۔ (تفسیر الغامض ص ۱۷۱)

۱۱۔ السید احمد السنوسی خاتمة المجاہدین تھے۔

(اخبار الجامعة الاسلامیة فلسطین ۲۷ محرم ۱۳۵۲ھ)

۱۲۔ احمد بن ادیس کو خاتمة العلماء المحققین کہا گیا

ہے۔ (العقد النقیس)

۱۳۔ ابو الفضل الالوسی کو خاتمة المحققین کہا گیا ہے

(سردرق تفسیر روح المعانی)

۱۴۔ شیخ الازہر سلیم العسری کو خاتم المحققین

قرار دیا گیا ہے۔ (الحواب ص ۲۷)

۱۵۔ امام بیوطی کو خاتمة المحققین لکھا گیا ہے۔

(سردرق تفسیر آتقان)

۱۶۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کو خاتم المحدثین

لکھا جاتا ہے۔ (مجالہ نافعہ جلد اول)

۱۷۔ شیخ شمس الدین خاتمة الحفاظ تھے۔

(التجريد الصريح مقدمہ ص ۱)

۱۸۔ ربیع بڑا ولی خاتم الاولیاء ہوتا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲۲)

۱۹۔ ترقی کرتے کرتے ولی خاتم الاولیاء بن جاتا ہے۔

(فتوح الغیب ص ۳۳)

۲۰۔ شیخ نجیت کو خاتمة الفقہاء مانا جاتا ہے۔

(اخبار الصراط المستقیم ص ۲۷ ربیع ۱۳۵۲ھ)

۲۱۔ شیخ رشید رضا کو خاتمة المفکرین قرار دیا

گیا ہے۔ (الجامعة الاسلامیة وجمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

- ۲۱۔ (بقیۃ المتقدمین ص ۱۸۴) ہیں۔
- ۲۶۔ حضرت علیؑ خاتم الاوصیاء تھے۔ (منزل الہدیٰ) ۱۰۷
- ۲۷۔ رسول مقبول صلعم خاتم المعلمین تھے۔  
(الصراط السویٰ مصنف علامہ محمد سیطین)
- ۲۸۔ شیخ الصدوق کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔  
(کتاب من لا یحضرہ الفقیہ)
- ۲۹۔ عقلی انسانی علیات الہیہ وجود زندگی اور قدرت کی خاتم الخلق ہے (تفسیر کبیر ازی جلد ۱ ص ۱۰۲)
- ۳۰۔ ابو الفضل شہاب الالوسی کو خاتمہ الابرار لکھا ہے۔ (سرورق روح المعانی)
- ۳۱۔ صاحب روح المعانی نے شیخ ابراہیم الکوہستانی کو خاتمہ المتأخرین قرار دیا ہے۔  
(تفسیر روح المعانی جلد ۱ ص ۲۵۵)
- ۳۲۔ مولوی انور شاہ صاحب کاشمیری کو خاتم المحدثین لکھا گیا ہے۔ (کتاب ریس الاسرار ص ۹۹)
- ۳۳۔ مولانا قادی محمد طیب صاحب ہبتم مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں :-  
"آپ ہی منتہائے علوم ہیں کہ آپ ہی پر علوم کا کارخانہ ختم ہو جاتا ہے اسلئے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا گیا ہے۔"  
(شان رسالت ص ۲۵)
- ان استعمالات سے ظاہر ہے کہ اہل عرب اور دوسرے محققین علماء کے نزدیک جب بھی کسی ممدوح کو خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء یا خاتم الخوین یا خاتم المفترقین کہا جاتا ہے تو اس کے معنی بہترین شاعر
- ۲۲۔ شیخ عبدالحی صاحب خاتمۃ الفقہاء تھے۔  
(تفسیر الاکلیل سرورق)
- ۲۳۔ شیخ محمد نجیب خاتمۃ المحققین تھے۔  
(الاسلام مصر۔ شعبان ۱۳۵۲ھ)
- ۲۴۔ افضل ترین ولی خاتم الولاہیت ہوتا ہے۔  
(مقدمہ ابن خلدون ص ۲۷)
- ۲۵۔ شاہ عبد العزیز صاحب خاتم المحدثین والمفسرین تھے۔ (بدیۃ الشیعہ ص ۴۴)
- ۲۶۔ انسان خاتم المخلوقات الجسمانیہ ہے۔  
(تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۲۲ مطبوعہ مصر)
- ۲۷۔ شیخ محمد بن عبد اللہ خاتمۃ الحفاظ تھے۔  
(الرسائل النادرة ص ۳)
- ۲۸۔ علامہ سعد الدین تغتا زانی خاتمۃ المحققین تھے۔ (شرح حدیث الاربعین ص ۱)
- ۲۹۔ ابن حجر العسقلانی خاتمۃ الحفاظ ہیں۔  
(طبقات المدین سرورق)
- ۳۰۔ مولوی محمد قاسم صاحب کو خاتم المفسرین لکھا گیا۔  
(امرار قرآنی طائیل بیچ)
- ۳۱۔ امام سیوطی خاتمۃ المحدثین تھے۔  
(بدیۃ الشیعہ ص ۲۱)
- ۳۲۔ بادشاہ خاتم الحکام ہوتا ہے (تجزیۃ الاسلام ص ۲۵)
- ۳۳۔ آنحضرت صلعم خاتم الکاملین تھے۔ ( " )
- ۳۴۔ انسانیت کا مرتبہ خاتم المرآت ہے اور آنحضرت صلعم خاتم الکمالات ہیں۔ (علم الکتاب ص ۱۴)
- ۳۵۔ حضرت عیسیٰ خاتم الاصغیب والائمة

سب بڑا فقیہ، سب بلند مرتبہ محدث یا مفسر کے ہوتے ہیں۔

مردود کی صاحب کی طرف سے جناب مردود کی صاحب ان محاورات میں سے جو اب میں اپنے تازہ سالہ

چیلنج کا جواب

ختم نبوت میں تحریر کرتے ہیں کہ:-

”منکرین ختم نبوت (؟) خدا کے

دین میں نقب لگانے کے لئے لعنت

کو چھوڑ کر (؟) اس بات کا سہارا

لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی شخص

کو خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء

یا خاتم المفسرین کہنے کا مطلب یہ

نہیں ہوتا کہ جس شخص کو یہ لقب دیا

گیا ہے اس کے بعد کوئی شاعر یا

فقہ یا مفسر پیدا نہیں ہوا بلکہ اس

کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس فن

کے کمالات اس شخص پر ختم ہو گئے

حالانکہ مبالغے کے طور پر اس طرح کے

القاب کا استعمال یہ معنی ہرگز نہیں

رکھتا کہ لغت کے اعتبار سے خاتم

کے اصل معنی ہی کامل یا افضل

کے ہوجائیں اور آخری کے معنی میں

یہ لفظ استعمال کرنا مرے سے غلط

قرار پائے۔ یہ بات صرف وہی شخص

کہہ سکتا ہے جو زبان کے قواعد سے

ناواقف ہو“ (صلا)

جناب مردود کی صاحب کے جواب پر تبصرہ

گو یا مردود کی صاحب کو یہ

تو تسلیم ہے کہ خاتم الشعراء یا خاتم المفسرین وغیرہ مرکب

لفظ کے ہی معنی ہوتے ہیں کہ شخص موصوف پر اس فن کے

کمالات ختم ہو گئے اور وہ اس گروہ یا جماعت کا افضل

فرد ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا

کہ آخری کے معنی میں لفظ خاتم کا استعمال مرے سے

غلط قرار پاجائے۔

ہمارے نزدیک مولانا مردود کی صاحب کی

یہ بھول ہے کیونکہ خاتم الشعراء اور خاتم المفسرین

وغیرہ مرکبات مدح میں آخری کا تعریفی مفہوم ہی ہوتا

ہے جو علامہ اقبال کے قول سے ”آخری شاعر جہاں آباد

کا خاموش ہے“ میں مراد لیا گیا ہے اور جس کا ذکر اوپر

رسائل و مسائل ص ۳۲ کے حوالہ میں ہو چکا ہے مولانا پر

واضح رہنا چاہیے کہ لفظ خاتم عربی لغت میں بطور مدح

بھی استعمال ہوتا ہے اور محض بیان تازیح کے لئے بھی

(بیان تازیح کی صورت میں تاخیر زمانی مراد ہو سکتا ہے۔)

مگر مقام مدح پر استعمال شدہ ”خاتم“ کا مفہوم یہی

ہوتا ہے کہ شخص موصوف اس کمال میں اتہا کہ پہنچا

ہوا ہے۔ اس کی مانند کوئی دوسرا نہیں ہے۔ محض زمانی

تقدم و تاخر کا بیان مقام مدح پر نہیں ہوتا۔ ہم نے عربی

زبان کے محاورات اور استعمالات کے استقراء کے

بعد یہ اعلان کیا ہے کہ سب سے زیادہ خاتم صاحب کمال

افراد کے جو عربی حرف مصافحہ اور مقام مدح پر



طور پر نصب کر دیا ہے۔ اب اس سلسلہ میں کوئی نیا نبی داخل نہیں ہو سکتا۔ (رسائل و مسائل ص ۳۲) مولانا کا تازہ ارشاد ہے کہ:-

(۲) ”عربی لغت و محاورے کی دوسری خاتم کے معنی ڈالنے کی مہر کے نہیں ہیں جسے لگا لگا کر خلوطا جاری کئے جاتے ہیں بلکہ اس سے مراد وہ مہر ہے جو لغات پر اسٹلے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز اندر جائے۔“

(کتابچہ ختم نبوت ص ۱۱)

ان دونوں اقتباسات میں مودودی صاحب نے صاف طور پر خاتم کے معنی مہر تسلیم کر لئے ہیں۔ اب خاتم النبیین کے معنی ”نبیوں کی مہر“ مسلم ہو گئے حالانکہ مودودی صاحب کتابچہ کے ص ۳۲ پر ”نبیوں کی مہر“ معنی کرنے کو ”فتنہ و عقلم کی بنیاد قرار دے چکے ہیں۔ ع لواء اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

دوسری بات یہ کہ اس مہر کا نتیجہ پہلے اقتباس میں یہ بتلایا ہے کہ ”اب اس سلسلہ میں کوئی نیا نبی داخل

استعمال ہو جیسا کہ خاتم الاولیاء، خاتم الشعراء، خاتم المفسرین، خاتم المحدثین، خاتم الائمة خاتم المجتہدین اور خاتم النبیین میں ہے تو اسکے معنی صرف اور صرف یہ ہوتے ہیں کہ اس مرکب اضافی کا موضوع اپنے مضاف الیہم کا اعلیٰ و افضل فرد ہے کوئی دوسرا اس کے درجہ اور پایہ کا نہیں۔ یہ لغوی مفہوم ہے جو اس مرکب اضافی کا ہونا ہے (البتہ اس کے اعلیٰ اور افضل ہونے سے اس کی مانند یا اس کے برابر ہونے کی نفی خود بخود لازم آتی ہے) اس قاعدہ کے خلاف ایک مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ ہاں استعمال کرنے والا اگر علم غیب نہیں رکھتا تو اس کا یہ استعمال بالوغہ کے طور پر ہوگا اور اگر علم غیب رکھتا ہے تو اصیلت اور حقیقت ٹھہرے گا۔ مرکب اضافی کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

ظاہر ہے کہ اس واضح قاعدہ استقرائے کے مقابلہ پر ختم الانباء، ختم الكتاب، ختم العمل یا ختم اللہ علیٰ قلوبہم کو بطور مثال وہی شخص پیش کرے گا جسے عربی زبان کا علم اور ذوق عطار نہیں ہوا۔

جناب مولانا مودودی صاحب

خاتم بمعنی مہر کا اعتراف

فرماتے ہیں:-

(۱) ”تصور کہ خاتم النبیین کہتے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ مکمل کر کے آپ کو اس پر مہر کے

سے الفرقان :- یعنی بقول مودودی صاحب نبی تو سب لغات کے اندر ہیں اور آنحضرت صرف لغات پر مہر ہیں گویا معاذ اللہ آپ انبیاء میں شامل ہی نہیں +

دوسرے آپ کا نام خاتم النبیین پھر  
یعنی آپ کی بیروی کمالات نبوت  
بخشتی ہے اور آپ کی توجہ و حانی  
نہی تراش ہے اور یہ قوت قدر سے  
کسی اور نبی کو نہیں ملی

(حقیقۃ الوحی ص ۹ حاشیہ)

گویا اب سارا جھگڑا اس پر اٹھرا کہ رسول پاک  
صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مہر ہیں یا نہیں جسے لگا لگا کر خطوط  
(یعنی نبی جاری کئے جائیں؟

مہر کی نوعیت کی تعیین کے لئے ہم اس جگہ صرف  
کے لئے دو شہادتیں لگا کر خط جاری کئے جائیں؟

ہیں۔ پہلی شہادت جناب مولوی شبیر احمد صاحب  
عثمانی "شیخ الاسلام" پاکستان کی ہے لکھتے ہیں:-

"بدین لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ ربی  
اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین  
ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ  
کی مہر لگا کر ملی ہے" (قرآن مجید  
مترجم علامہ عثمانی زیر آیت خاتم النبیین)

کتنی واضح اور مدہمی شہادت ہے۔ کیا اب بھی  
مودودی صاحب انکار کریں گے؟

دوسری شہادت - امام رابع اصغہانی  
اپنی اعلیٰ ترین لغت قرآن "المفردات" میں

نہیں ہو سکتا" اور دوسرے اقتباس میں نتیجوں پر مکتور  
ہے کہ "نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی  
کوئی چیز اندر جائے" اب اس جگہ یہ سوال اٹھ کر کہ  
سامنے آ گیا ہے کہ جب آنحضرت ایسی مہر ہیں کہ اندر کی  
کوئی چیز بھی باہر نہیں آ سکتی تو بتلایا جائے کہ حضرت  
مسیح بن مریم کس طرح باہر آجائیں گے کیا ان پر آنحضرت  
کی یہ مہر نہیں لگی تھی؟ کیا مودودی صاحب اس  
سوال کا جواب دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں قطعاً نہیں۔  
آنحضرت کس قسم کی مہر ہیں

اوپر کے دوسرے  
اقتباس سے تو قریباً  
فیصلہ ہی ہو گیا ہے۔ مودودی صاحب اس حد تک  
جماعت احمدیہ سے اتفاق کر چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے  
معنی "نبیوں کی مہر" درست ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ مہر  
دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک ڈاکخانے کی مہر جسے لگا  
لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں "دوسری لفافے  
والی مہر" جو لفافے پر اسلئے لگائی جاتی ہے کہ نہ  
اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز  
اندر جائے۔"

مولانا لکھتے ہیں کہ آنحضرت مہر تو ہیں مگر وہ  
مہر نہیں ہیں جسے لگا لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں۔  
حضرت باقی بسلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنا یا یعنی آپ  
کو افاضتہ کمال کے لئے مہر دیا جو  
کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ ایسی

لے مولوی محمد شفیع صاحب رابن معنی دار العلوم دیوبند (باقی صفحہ پر)

لکھتے ہیں:-

”الختم والطبع يقال على وجهين: مصدر ختمت وطبعت وهو تاشير الشيء كنقش الخاتم والطابع والثاني الاثر الحاصل من النقش ويتجوز بذلك تارة في الاستيثاق من الشيء والمنع منه اعتباراً بما يحصل من المنع بالختم على الكتب والابواب نحو ختم الله على قلوبهم وختم على سمعه وقلبه وتارة في تحصيل اثر عن شيء اعتباراً بالنقش الحاصل وتارة يعتبر منه بلوغ الآخر منه قيل ختمت القرآن اي انتهيت الى آخره“ (زیر لفظ ختم)

ترجمہ:- لفظ ختم اور طبع دو طرح استعمال ہوتا ہے (۱) ختمت اور طبعت (فعل) کے مصدر کے طور پر یعنی کسی چیز کا اثر پیدا

کرنا مثلاً مہر یا انگوٹھی کا نشان پیدا کرنا (۲) نقش کرنے سے حاصل ہونے والا نشان بھی ختم کہلاتے گا۔ دروازوں اور خطوط پر مہر لگا دینے سے روکنے کا جو مفہوم پیدا ہوتا ہے اس کا اعتبار کرتے ہوئے لفظ ختم کسی دفعہ کسی چیز کو مضبوط طور پر باندھنے اور روکنے کے لئے بھی بطور مجاز استعمال ہوتا ہے جیسے ختم اللہ علی قلوبہم اور ختم علی سمعہ وقلبہ میں ہوتا ہے پھر حاصل شدہ نقش کے اعتبار سے لفظ ختم اثر پیدا کرنے کے مفہوم میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی اس لفظ سے آخر تک پہنچنے کا مفہوم بھی معتبر ہوتا ہے کہتے ہیں ختمت القرآن جس کے معنی ہیں کہ میں اس کے آخر تک پہنچ گیا۔

اس علمی حوالہ پر اہل علم اصحاب کو دعوتِ تحقیق دی جاتی ہے۔ اس میں امام راغب نے لفظ ختم کو اثر پیدا کرنے اور پیدا شدہ اثر کے معنی میں اصل اور بالذات قرار دیا ہے اور بند کرنے، روکنے، آخر تک پہنچنے اور تحصیل اثر کے معنوں کو اعتباری اور قیاسی قرار دیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ سب اہل علم جانتے ہیں کہ مادی چیز کے آخر تک پہنچنے اور معنوی وصف اور کمال کے آخر تک پہنچنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نبوت کی ختم سے بلوغِ آخر والے معنوں کے رو سے بھی نبوتِ کاملہ کا حصول مراد ہوگا اور خاتم النبیین تو یقیناً وہ مہر ہے جو

لکھتے ہیں:- ”یہ کتاب امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ کی وہ عجیب تصنیف ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ خاص قرآن مجید کی لغات کو عجیب انداز سے بیان فرمایا ہے شیخ جلال الدین سیوطی نے تقان میں فرمایا ہے کہ لغات قرآن میں اس سے بہتر کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی۔“ (ختم النبوة فی القرآن ص ۱۰۱)

ہماری نزدیک جس طرح طعن و ضرب اور  
جنگ و حرب کا بیان فرود سیا پر ختم ہے  
اسی طرح اخلاق، نصیحت و پند، عشق و  
جوئی نظرافت و مزاج، زہد و ریاضت وغیرہ  
کا بیان شیخ پر ختم ہے۔

(رسالہ حیات سعدی ص ۱۱۱)

(۴) حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی تحریر  
فرماتے ہیں :-

”سو جس میں اس صفت کا زیادہ ظہور  
ہو جو خاتم الصفات ہو یعنی اس سے  
اوپر اور صفت ممکن الظہور یعنی لائق التخل  
و عطاء مخلوقات نہ ہو وہ شخص مخلوقات  
میں خاتم المراتب ہو گا اور وہی شخص سب  
کا سردار اور رب ہے افضل ہو گا۔“

(رسالہ انتصار الاسلام ص ۲۵)

ان فحول علماء اور محققین کے بیانات سے قطعی طور پر  
طے ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا  
باین معنی ہے کہ آپ سب سے افضل، سب سے بلند مرتبہ اور  
سب سے زیادہ فیض رسالہ نبی ہیں گویا آپ نبیوں کی وہ مہر  
ہیں جس کے طفیل انبیاء پیدا ہوئے اور آپ کے تابعین  
میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ واللہ ذو الفضل  
العظیم ۹

اپنی تاثیرات قدسیہ کے رُو سے ہزاروں لاکھوں  
آئینہ دار و جانمیر پیدا کرنے والی ہے۔  
صد ہزاراں یوسف بنیم دریں چاہِ ذوق  
و اس کی ناصری شہ از دم او بے شمار  
خاتمت کے مفہوم کے لئے ہم نے خاتمت کے مفہوم کو  
لغوی اور علمی طور پر واضح کرنے  
مزید چار حوالے کے لئے اس مقالہ میں اور بھی  
بہت سے حوالے دیئے ہیں۔ مزید چار حوالے درج ہیں۔

(۱) امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں :-

والخاتم یحب ان یکون افضل  
الآخری ان رسولنا صلی اللہ  
علیہ وسلم لما کان خاتم النبیین  
کان افضل الانبیاء علیہم  
الصلوات والسلام۔

(تفسیر کبیر رازی جلد ۱ ص ۱۱۱ مصری)

کہ خاتم لازماً افضل ہوتا ہے جس طرح ہمارے  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خاتم النبیین قرار  
دیا گیا تو آپ سب نبیوں سے افضل ٹھہرے۔

(۲) حضرت فرید الدین عطاء و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

متعلق کہتے ہیں :-

ختم کہ وہ عدل و انصافش بحق

تا فرست برده از مردم سبق (متعلق اظہار ص ۲۹)

(۳) جناب لانا حالی حضرت شیخ سعدی کے متعلق لکھتے ہیں :-

# فصل ہفتم

## نزول مسیح کے متعلق احادیث اور عقیدہ ختم نبوت

### خروج و جبال کے بارے میں مودودی صاحب کی نوکھی تاویل!

لے گیا ہے اور نہ یہی صاف کہتا ہے  
کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی  
اور صرف ان کی لوح اٹھا کی گئی۔  
(تفہیم اللہ آن جلد ۱ ص ۲۳)

یہ بات تو یقیناً غلط ہے کہ قرآن مجید نے ایسے اہم  
مسئلہ کے بارے میں کوئی واضح بات نہیں بتائی۔ کتنے ظلم  
کی بات ہے کہ مفسر اپنی کوتاہ علی کا اعتراف کرنے کی بجائے  
قرآن مجید پر ابہام اور عدم توضیح کا الزام لگا رہا ہے  
تاہم مودودی صاحب اپنے اس عقیدہ کی موجودگی میں  
مسیح کو جسم سمیت آسمانوں سے اتارنے کا کیا حق رکھتے  
ہیں۔ جہاں جانا ثابت نہیں وہاں سے آنا چہ معنی دار؟  
احادیث دربارہ جبال و جبال کی حقیقت | دجال کے  
متعلق احادیث  
کے بارے میں مودودی صاحب کا اصل عقیدہ کیا ہے؟  
لکھتے ہیں کہ:-

(الف) ”یہ کہانا دجال وغیرہ تو افسانے ہیں  
جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔  
ان چیزوں کو تلاش کرنے کی ہمیں کوئی

حضرت مسیح کے آسمان پر | مودودی صاحب نے اپنے  
کتاب حج کے صفحہ ۳۹ سے  
صفحہ ۴۳ تک ”مسیح موعود  
کی حقیقت“ کے عنوان کے ماتحت نزول مسیح اور خروج  
دجال کی ”احادیث“ پیش کر کے ان کی ایک سیاسی  
رنگ کی تاویل درج کی ہے۔ اس بارے میں مودودی  
صاحب کی پیش کردہ ان احادیث اور ان کی تاویل پر  
غور کرنے سے بیشتر جناب مودودی صاحب کا اس بارے  
میں اصل مذہب معلوم کرنا ضروری ہے۔ تا اندازہ  
ہو سکے کہ اصل دینی عقیدہ اور سیاسی عقیدہ  
میں کتنا فرق ہے۔ نیز یہ بھی پتہ لگ جائے کہ آیا اپنے  
اصل عقیدہ کی موجودگی میں مودودی صاحب کو ان ”احادیث“  
کو از روئے ایمان پیش کرنے کا حق بھی ہے؟  
حضرت مسیح کے آسمانوں پر جلنے کے سلسلہ میں  
مودودی صاحب کا محتاط مذہب یہ ہے کہ:-

”قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ  
اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرہ  
زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں

ہی وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں جن کے بلے میں آپ خود شک میں تھے کبھی آپ نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ دجال خراسان سے اُٹھے گا کبھی یہ کہ اصفہان سے، اور کبھی یہ کہ شام و عراق کے درمیانی علاقہ سے۔ پھر کبھی آپ نے ابن ہبیداد نامی اس یہودی بچے پر جو مدینہ میں (غالباً سن ۶۱۰ء میں) پیدا ہوا تھا یہ شبہ کیا کہ شاید یہی دجال ہو۔ اور آخری روایت یہ ہے کہ ۶۱۰ء میں جب فلسطین کے ایک علیائی طاہب (نیم دارمی) نے آکر اسلام قبول کیا اور آپ کو یہ قصہ سنایا کہ ایک مرتبہ وہ سمندر میں (غالباً بحر روم یا بحر عرب میں) سفر کرتے ہوئے ایک غیر یاد جویرے میں پہنچے اور وہاں ان کی ملاقات ایک عجیب شخص سے ہوئی اور اس نے انہیں بتایا کہ وہ خود ہی دجال ہے تو آپ نے ان کے بیان کو بھی غلط باور کرنے کی کوئی وجہ نہ سمجھی۔ البتہ اس پر اپنے شک کا اظہار فرمادیا کہ اس بیان کی رو سے دجال بحر روم یا بحر عرب میں ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا۔ یہ تردد اقل تو خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں

ضرورت بھی نہیں۔ عوام میں اس قسم کی جو باتیں مشہور ہوں ان کی کوئی ذمہ داری اسلام پر نہیں ہے اور ان میں سے کوئی چیز اگر غلط ثابت ہو جائے تو اس سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

(ترجمان القرآن ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۷ء)

(ب) جب اس بیان پر کسی سائل نے دجال کی احادیث کا حوالہ دیکر سوال کیا تو مودودی صاحب نے "تحقیق حدیث دجال" کے عنوان سے لکھا کہ:-

"دجال کے متعلق جتنی احادیث

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کے

مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات

صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضور کو

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معاملہ میں

جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ

ایک بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے

اس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی اور

وہ ان خصوصیات کا حامل ہوگا۔ لیکن

یہ آپ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب

ظاہر ہوگا، کہاں ظاہر ہوگا اور

یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا

ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی

بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا

ہے۔ ان امور کے متعلق جو مختلف

باتیں حضور سے احادیث میں منقول

آپ نے وحی کی بنا پر نہیں فرمائی  
 تھیں بلکہ اپنے گمان کی بنا پر فرمائی  
 تھیں۔ اور آپ کا گمان وہ چیز نہیں  
 ہے جس کے صحیح نہ ثابت ہونے سے  
 آپ کی نبوت پر کوئی حرج آتا ہو یا  
 جس پر ایمان لانے کے لئے ہم  
 مکلف کئے گئے ہوں۔ پھر جبکہ بعد  
 کے واقعات سے ان باتوں کی تردید  
 بھی ہو چکی ہے جو اس سلسلہ میں آپ نے  
 گمان کی بنا پر فرمائی تھیں تو کوئی وجہ  
 نہیں ہے کہ خواہ مخواہ ان کو عقائد  
 میں داخل رکھنے پر اصرار کیا جائے۔  
 ابن صیاد پر آپ کو شبہ ہوا تھا کہ  
 شاید وہی دجال ہو اور حضرت عمرؓ  
 نے تو قسم بھی کھالی تھی کہ یہی دجال  
 ہے مگر بعد میں وہ مسلمان ہوا جو میں  
 میں رہا۔ حالت اسلام میں مرا اوداں  
 کی نماز بخاندہ مسلمانوں نے پڑھی۔ اب  
 اس میں کیا گنجائش باقی رہ گئی کہ آج تک  
 ابن صیاد پر دجال ہونے کا شبہ کیا  
 جاتا رہا؟ قیم داری کے بیان کو حضورؐ  
 نے اس وقت تقریباً صحیح سمجھا تھا مگر  
 کیا ساڑھے تیرہ سو برس تک بھی اس  
 شخص کا ظاہر نہ ہونا جسے حضرت  
 تمیم نے جو برسوں میں جھوٹ دیکھا تھا یہ

ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے کہ  
 اس نے اپنے دجال ہونے کی جو خبر  
 حضرت تمیم کو دی تھی وہ صحیح نہ تھی؟  
 حضورؐ کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ  
 تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد ہی میں  
 ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی  
 قریبی زمانہ میں ظاہر ہو۔ لیکن کیا  
 ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے  
 یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضورؐ کا اندیشہ  
 صحیح نہ تھا؟ اب ان چیزوں کو  
 اس طرح نقل و روایت کئے  
 جانا کہ گویا یہ بھی اسلامی عقائد  
 ہیں نہ تو اسلام کی صحیح نمائندگی  
 ہے اور نہ اسے حدیث ہی کا  
 صحیح فہم کہا جاسکتا ہے۔“

(رسالہ ترجمان القرآن فروری ۱۹۶۲ء)

درساٹل و مسائل ص ۵۵)

کل تک مودود کا صاحب ان روایات و احادیث  
 کو ”اسلامی عقائد“ قرار دینے کو نہ اسلام کی ”صحیح  
 نمائندگی“ سمجھتے تھے اور نہ ہی اسے ”حدیث کا صحیح فہم“  
 قرار دیتے تھے بلکہ صاف لکھتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ ”دجال کب ظاہر ہوگا۔  
 کہاں ظاہر ہوگا اور یہ کہ وہ آپ کے عہد میں پیدا  
 ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعد زمانہ میں پیدا  
 ہونے والا ہے“ مگر آج اصحبت کی تردید کی خاطر

یہاں ہم پوچھتے ہیں کہ مودودی صاحب فرمائیں کہ آیا یہ دونوں تفسیریں درست نہیں (۱) کہ احادیث میں مسیح موعود کے آنے کی خبر دی گئی ہے (۲) نیز یہ کہ مسیح نبی تھے؟ کیا اس سے یہ استدلال غلط ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی؟

اس کے بعد مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:-  
"اسی سلسلے میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیح موعود

سے مراد حضرت عیسیٰ بن مریمؑ فرمایا گیا ان کا تو انتقال ہو چکا ہے اب اس کے آنے کی خبر احادیث میں دی گئی ہے وہ مثیل مسیح یعنی حضرت عیسیٰؑ کی مانند ایک مسیح ہے اور وہ فلاں شخص ہے جو آچکا ہے اس کا ماننا عقیدہ

ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے"

(۳۹)

صاف ظاہر ہے کہ جب حضرت عیسیٰ بن مریمؑ وفات پا چکے ہیں تو احادیث میں آنے والے مسیح موعود سے مراد مثیل مسیح ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قرآنی اور حدیثی نصوص کے مطابق فوت شدہ انسان اس دنیا میں واپس نہیں آ سکتا ایسی صورت میں عقلاً و نقلاً مسیح کی آمد ثانی سے مراد مثیل مسیح کی آمد ہی ہو سکتی ہے۔ بائبل میں صاف لکھا ہے کہ ایلیاہ نبی بگولے میں ہو کے آسمان پر چلا گیا (۲ سلیمین: ۱) نیز یہ کہ ہولناک دن یا مسیح موسوی کی آمد کے دن سے پیشتر ایلیاہ دوبارہ آئے گا (ملاکی ۴) چنانچہ یہودی منتظر تھے کہ ان کے مسیح سے پہلے ایلیاہ آسمان سے آئے گا۔

مودودی صاحب کو نظر آ رہا ہے کہ دجال اکبر امرائیل میں ابھی ظاہر ہوا چاہتا ہے اور صرف اس کے قتل کے لئے حضرت شیخ دوم ہزار برس سے آسمانوں پر منتظر تھے اور اب نذر درنگ کے دو کپڑے پہنے دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ لکھے ہوئے دمشق میں آ رہے ہیں کیا یہ انداز فکر محققانہ اور موثمانہ ہے؟ گویا کل تک جو اسلامی عقیدہ "نہ تھا آج اُسے خواہ مخواہ عقائد میں داخل رکھنے پر اصرار کیا جا رہا ہے۔ مودودی صاحب لکھ چکے ہیں کہ حضرت نے دجال کے متعلق فرمایا تھا "میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا" (رسائل ص ۵) مگر اب مودودی صاحب اسے مدینہ منورہ کے شمال میں ظاہر ہونے والا بتا رہے ہیں۔ یا اللعجب!

روایات کے پیش کرنے کا مقصد

مودودی صاحب

لکھے ہیں:-

"نئی نبوت کی طرف بلانے والے حضرات عام طور پر تا وقت مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور مسیح نبی تھے اسلئے ان کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی بلکہ ختم نبوت بھی برقی اور اس کے باوجود مسیح موعود کا آنا بھی برقی"

(رسالہ ختم نبوت ص ۱۰)



ہوں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اٹھالائے  
پر قادر ہے۔“

اے بھائی! جب جماعت احمدیہ کے اس نظریہ کا جائزہ  
لیتا ہے کہ چونکہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اسلئے احادیث  
میں آلے و آلے مسیح موعود سے مراد مثیل مسیح ہے تو وفات  
وحیات مسیحؑ کی بحث ”لا حاصل“ کیوں ہوگی؟ دل آپ کا  
بھی مانتا ہے کہ مسیحؑ زندہ ثابت نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے  
”بالفرض“ کہہ کر انہیں دوبارہ زندہ کرنا چاہتے ہیں مگر  
یہ خود محال ہے کیونکہ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ اس بارے  
میں بالکل صریح ہیں کہ فوت شدہ انسان دوبارہ دنیا میں  
نہیں آتا۔ ہم آیت فی مسک التی قضی علیہا الموت  
کو پہلے درج کر چکے ہیں۔ صحاح ستہ میں حضرت جابرؓ  
سے مروی ہے کہ:-

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے  
پوچھا کہ تم افسردہ کیوں ہو؟ میں نے عرض  
کیا کہ یا رسول اللہ! میرے والد شہید  
ہو گئے ہیں نیز بچے اور فرزند میرے ذمہ  
پڑ گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا میں اس  
ملاقات کی خوشخبری آپ کو نہ دوں جو آپ کے  
والد کی اللہ تعالیٰ سے ہوئی تھی۔ میں نے  
عرض کیا ہاں رسول اللہ! حضور علیہ السلام  
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دو مردوں سے تو  
پس لپڑہ بات کرتا رہا ہے مگر آپ کے  
والد صاحب سے اس نے روبرو گفتگو فرمائی  
اور کہا کہ اے میرے بندے! کوئی تمہارا

(متی ۱۶) مگر حضرت مسیح ناصر علیہ السلام نے اس سوال  
کے جواب میں حضرت یحییٰؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے  
فرمایا کہ:-

”اور چاہو تو مانو ایلیاہ جو آئیہ والہ

نہا ہی ہے“ (متی ۱۶)

اسی طرح مسیح موعود سے مراد مثیل مسیح ہی ہے۔  
جناب مودودی صاحب نے قرآن و حدیث اور  
تورات و انجیل کی اس صداقت کو ”قریب“ قرار دے کر  
اس کا پردہ چاک کرنے کے لئے ”جملہ ۲۱ روایات“ جمع  
کر دی ہیں۔ آئیے اب ہم ان روایات کا تحقیقی جائزہ لیں۔

ان روایات  
کی صحت و ثقافت  
پر لمبی بحث کرنے  
کیا یہ روایات مسیح کے ثبوت کے  
قطعیۃ الدلالت ہیں؟

سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم مودودی صاحب سے یہی دریافت  
کرتے ہیں کہ کیا ان کے نزدیک یہ ”روایات“ اس بارے میں  
قطعیۃ الدلالت ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام مجسّمہ التعریفی  
آسمانوں پر زندہ ہیں؟ اگر نہیں اور قطعاً نہیں تو پھر فرمائیے  
کہ ان روایات سے احمدیوں کے معقول منطقی قضیہ کی  
تردید کس طرح ہو سکتی ہے؟ جماعت احمدیہ کی میں آیات  
قرآنی سے وفات مسیح علیہ السلام پر بچتہ استدلال مودودی  
صاحب کو معلوم ہے احادیث صحیحہ کی صراحت بھی انہیں  
یاد ہے اس لئے وہ فوراً پکار لگتے ہیں کہ:-

”اس مقام پر یہ بحث بھیرنا بالکل لاجواب

ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں یا زندہ کہیں  
موجود ہیں بالفرض وہ وفات ہی پا چکے

کے زندہ اور آسمان پر ہونے کا ذکر تک موجود نہیں۔  
لفظ پرستی کی آڑ میں ان روایات سے جناب مودودی صاحب  
زیادہ سے زیادہ جو استدلال کر سکتے ہیں وہ ان کے  
الفاظ میں یہ ہے کہ :-

”بہر حال جو شخص حدیث کو اتا ہے  
اسے یہ ماننا پڑے گا کہ آنے والے وہی  
عیسے بن مریم ہوں گے اور وہ پیدا نہیں  
بلکہ نازل ہوں گے“ (رسالہ نغم نبوت ص ۱۳۵)

گویا مودودی صاحب کا تمسک ان روایات میں سے  
ایک تو لفظ ابن مریم سے ہے اور دوسرے لفظ نزول  
ان کے لئے وجہ اضطراب ہے۔

**مودودی صاحب سے دو مختصر سوال** | آگے بڑھنے سے پہلے  
میں جناب مودودی

صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ اول تو یہ فرمائیے کہ جو  
شخص ”حدیث“ کے ساتھ قرآن مجید کو بھی مانتا ہو اور  
اسے قطعی اور یقینی کلام اللہ ماننے کی وجہ سے حدیث  
کو اس کے تابع سمجھتا ہو اسے کیا ماننا پڑے گا؟ دوسرے  
یہ فرمائیے کہ اگر آپ کے ”بالفرض“ کے مطابق حضرت مسیح  
علیہ السلام واقعی فوت شدہ ہوں تو پھر ان کے نازل  
ہونے کے کیا معنی ہوں گے؟ کیا انہیں زندہ کر کے  
پہلے جسم سمیت آسمان پر لیجا یا جائے گا اور پھر وہاں  
سے نزل کیڑے پہتا کر دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ  
رکھوا کر زمین پر اتارا جائے گا یا زول کے کوئی اور معنی ہوگا؟

مودودی صاحب کی پیش کردہ آیات سے لفظ نزول کی یہ تفسیر صحیح ہے

کر میں اسے پورا کر دوں گا۔ آپ کے اللہ  
مرحوم نے کہا کہ لے میرے رب تو مجھے  
زندگی بخش تا میں دوبارہ تیری راہ میں  
شہید کیا جاؤں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ  
نہیں ہو گا کیونکہ پہلے سے میری طرف سے  
اعلان ہو چکا ہے کہ مرے دوبارہ دنیا  
میں واپس نہ ہوں گے۔“

(مشکوٰۃ باب المناقب ص ۴۹)

پس یہاں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا سوال نہیں اور نہ  
ہی اس کا انکار ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
فرما دیا ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کر کے دوبارہ دنیا میں  
نہیں بھیجے گا۔ حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ  
عنہما کا واقعہ بتلا رہا ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام فوت  
مان لیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے تو پھر ان  
کے دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آنے کا سوال ہی پیدا  
نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہؓ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی  
تمنا پوری کرنے کا وعدہ فرمایا مگر جب انہوں نے بھرتا  
کی کہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تا میں دوبارہ  
جام شہادت نوش کر سکوں۔ گویا ان کی یہ تمنا بھی نہایت  
اعلیٰ مقصد کے لئے تھی مگر چونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے  
مقررہ قانون کے خلاف تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے  
اسے پورا نہ کیا بلکہ فرمایا کہ مرے دوبارہ زندہ ہو کر دنیا  
میں نہیں جاسکتے۔

پس مودودی صاحب کی پیش کردہ روایات جیسا  
مسیح کے لئے ہرگز قطعاً الدلائل نہیں۔ ان میں تو مسیح

کے لئے بعثت کو نزول سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ عربی زبان میں ہر جہان کو نازل کہتے ہیں اور جہان نوازی کے لئے نازل کا لفظ مستعمل ہوتا ہے اور ہر ٹھکانہ منزل کہلاتا ہے۔ کیا مودودی صاحب کی روایات نے خود ہی ان کے نزول کے عقدہ کو حل نہیں کر دیا؟ اسے کاش! مودودی صاحب تدبیر فرمائیں۔

لفظ نزول کے معنوں کے لئے جناب مودودی صاحب کا فقرہ قرآنی شواہد

”وہ میرا نہیں بلکہ نازل ہوں گے“ (ص ۵۵) بتا رہا ہے کہ وہ پیدا ہونے اور نزول میں تضاد اور منافاة سمجھتے ہیں مگر اہل علم کے نزدیک یہ ان کی ایک سٹی بات ہے۔ اور قرآن مجید سے ناواقفیت کا شہید۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) انزل لکم من الانعام ثمانية

ازواج (الزمر: ۶) اللہ نے تمہارے لئے جانوروں

کے آٹھ نر و مادہ نازل کئے۔ (۲) یا بنی آدم

قد انزلنا علیکم لباسا (الاعراف: ۳۵) لے

آؤم زادو! ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا (۳) و

انزلنا الحديد فيه بأس شديد ومنافع

للبناس (الحديد: ۲۵) ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت

جنگ کے سامان اور لوگوں کے لئے منافع ہیں (۴) قد

انزل الله اليك ذكرا (سورۃ یوسف علیکم آیات

الله (الطلاق: ۱۱) اللہ نے تمہاری طرف اس نصیحت

کرنے والے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اتارا ہے وہ

تم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے (۵) وان ین

نزول مسیح کے لئے اکیس روایات درج کی ہیں جن میں کافی تعارض اور تضاد بھی ہے۔ لفظ نزول کے سلسلہ میں یاد رہے کہ ان اکیس روایات میں سے چودہ روایات میں لفظ نزول کا استعمال ماضی، مضارع، اسم فاعل یا مصدر کے طور پر ہوا ہے۔ سات روایات یعنی ۷ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ استعمال نہیں ہوا۔ روایت ۱۰ میں ”فاذا اھم بعیسی ابن مریم“ کے الفاظ ہیں جن کا ترجمہ مودودی صاحب نے کیا ہے کہ ”یکایک عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مسلمانوں کے درمیان آجائیں گے“ (ص ۴۵) روایت ۱۱ میں ہے ”فیصبح فیہم عیسیٰ بن مریم“ یعنی ”صبح کے وقت مسلمانوں کے درمیان عیسیٰ بن مریم آجائیں گے“ (ختم نبوت ص ۵۵)

خاص توجہ کے قابل یہ امر ہے کہ مودودی صاحب

کی پیش کردہ روایت ۱۰ میں ”بعث الله المسیم

ابن مریم“ آیا ہے اور روایت ۱۱ میں الفاظ

”فیبعث الله عیسیٰ ابن مریم“ مروی

ہیں جن کا ترجمہ مودودی صاحب نے ”اللہ تعالیٰ

مسیح بن مریم کو بھیج دیگا“ اور ”اللہ عیسیٰ بن مریم کو

بھیجے گا“ کیا ہے (ملاحظہ ہو رسالہ ختم نبوت ص ۴۲-۴۳)

ظاہر ہے کہ مودودی صاحب کی پیش کردہ روایات

میں مسیح موعود کی آمد کے لئے نازل ہونے سے جانتے اور

مبعوث کئے جانے کے عین الفاظ وارد ہوئے ہیں جس

سے ظاہر ہے کہ یہ دونوں ہم معنی ہیں۔ نزول سے مراد

مبعوث ہونا یا بھیجا جانا ہی ہے۔ صرف اعزاز اور اکرام

شعاً الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم (الحج: ۲۱) ہر چیز کے نثرانے ہمارے پاس ہیں اور ہم اسے معلوم اندازے کے مطابق اتارتے ہیں۔

ان آیات میں ہر جگہ لفظ نزول استعمال ہوا ہے۔ باقروں کے لئے، کپڑوں کے لئے، لوہے کے لئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، کائنات کی ہر نعمت کے دیئے جانے کے لئے۔ ظاہر ہے کہ ہر جگہ نزول سے مراد پیدا کرنا اور اعزاز بخشنا ہے۔ آسمان سے اتارنا ہرگز مراد نہیں۔ پس لفظ نزول سے ٹھوکر نہیں کھانی چاہیے۔

**مودی صاحب کی اپنی تاویل** روایات کے تعلق میں جناب مودودی صاحب مصر میں کہتے ہیں کہ ان میں "عیسیٰ ابن مریم" کا لفظ آگیا ہے اس لئے اس کی کوئی تاویل نہیں ہوگی۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ امت محمدیہ کے کسی فرد کا نام عیسیٰ نہیں رکھا جاسکتا۔ گویا وہ الفاظ روایات کو ظاہر پر محمول کرنے کے لئے مصر میں لیکن خود انہوں نے اسی کتابچہ میں ان روایات کے متعدد بیانات کی تاویل کی ہے بطور مثال عرض ہے:-

(۱) مودودی صاحب الفاظ حدیث کا لفظی ترجمہ کرتے ہیں کہ:-

"ضرورتیں گے تمہارے زمینان  
ابن مریم حاکم عادل بن کر۔ پھر وہ صلیب  
کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو ہلاک  
کودیں گے۔"

اس پر حاشیہ میں لکھتے ہیں:-

"صلیب کو توڑنے اور خنزیر کو ہلاک  
کودینے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت  
ایک الگ دین کی حیثیت سے ختم  
ہو جائے گی۔" (رسالہ ختم نبوت ص ۱۱)  
دوسری جگہ کتب صلیب کا مطلب یوں بتایا ہے کہ:-  
"عیسائیت بھی حضرت عیسیٰ کی طرف  
سے اظہار حقیقت ہو جانے کے بعد  
ختم ہو جائے گی۔" (ص ۱۶)

گویا مودودی صاحب نے صلیب اور خنزیر کو ظاہر پر محمول نہیں کیا بلکہ اس کی تاویل کی ہے۔ نیز آنحضرت نے تو صحابہ کرام کو خطاب کرتے ہوئے "تمہارے درمیان" فرمایا تھا۔ مگر مودودی صاحب صحابہ کے مشیل عام مسلمان مراد لے رہے ہیں۔

(۲) یضح الجزیة کا لفظی ترجمہ "بوزیر ختم کودینگے" لکھنے کے بعد مودودی صاحب تحریر کرتے ہیں:-

"دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب  
یہ ہے کہ اس وقت ملتوں کے اختلافات  
ختم ہو کر سب لوگ ایک ہی ملت اسلام  
میں شامل ہو جائیں گے۔ اور اس طرح  
نہ جنگ ہوگی اور نہ کسی پر جزیرہ عائد  
کیا جائے گا۔" (ختم نبوت ص ۱۱)

قارئین کرام مودودی صاحب کی اس تاویل کے ساتھ ساتھ دوسری روایت کے الفاظ "یہا تن الناس علی الاسلام" کا مودودی صاحب کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں:-

”وہ (مسیح) اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے“ (ختم نبوت ص ۳۳) گویا یضح الجوزیہ کی ایسی تاویل کی ہے جو خود دوسری صریح روایت کے بالکل خلاف ہے۔ بایں ہمہ دعویٰ یہ ہے کہ روایات میں تاویل کرنی روا نہیں۔ اور یہ دعویٰ محض اس لئے ہے کہ لفظ ”عیسیٰ بن مریم“ کی تاویل کر کے اس سے مراد میل مسیح نہ قرار دیا جائے۔

مودودی روایات | مولانا مودودی نے اپنی مجموعہ تعارض و تناقض میں ذکر کردہ سب روایات کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ”صحیح سندوں کے ساتھ حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں وارد نہیں“ اور وہ ”سند کے لحاظ سے قوی نہیں“ (ص ۳۳) لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان پر سرسری نظر ڈالنے ہی ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ تناقض و تناقض کا مجموعہ ہیں۔ بطور مثال امور ذیل قابل توجہ ہیں :-

اول :- ان کیس روایات میں سے تیرہ روایات اس بابے میں بالکل خاموش ہیں کہ حضرت مسیح مسلمانوں کے امام ہوں گے یا نہیں۔ انہیں نماز پڑھائیں گے یا نہیں۔ اٹھ روایتوں میں حضرت مسیح کے امام ہونے یا نہ ہونے کا ذکر ہے۔ یعنی دونوں قسم کے بیان پائے جاتے ہیں۔ حدیث شریفہ روایت مسلم میں لکھا ہے ”عیسیٰ بن مریم نازل ہو جائیں گے اور نماز میں مسلمانوں کی امامت کریں گے“ (ختم نبوت ص ۳۳) حدیث

علاوہ کے ترجمہ میں مودودی صاحب لکھتے ہیں ”جب مسلمان نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوں گے تو ان کی آنکھوں کے سامنے عیسیٰ بن مریم آتے آئیں گے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے“ (ص ۳۳) اس کے برعکس روایت مودودی و ۱۵۱ و ۱۵۲ میں ذکر ہے کہ مسیح نماز میں امام نہ ہوں گے مسلمانوں کا اپنا امام امامت کرے گا۔ علاوہ ازہی روایت ۱۵۱ میں مسیح کے لئے اماماً عادلاً و حکماً مقسطاً کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور روایت ۱۵۱ میں فرمایا ہے ”و اما منکم منکم“ کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہوگا“

جب یہ ساری روایات ہی قوی تر ہیں اور ”معتبر ترین“ کتابوں میں وارد ہوئی ہیں تو ان میں اس قدر اختلاف کیوں ہے؟

دوہرہ۔ روایت منامیں آیا ہے کہ ”ان (مسیح) کے سانس کی ہوا جس کا فرنگ پہنچے گی۔ اور وہ ان کی حد نظر تک جائے گی۔ وہ زندہ نہ بچے گا“ (ص ۳۳)

گویا حضرت مسیح کی سانس سے سب کافر مرتے جائیں گے اور آپ کے سانس کے پہنچنے کی حد اس روایت میں اس جگہ تک بیان ہوئی ہے جہاں تک آپ کی نظر جائے گی۔ دوسرے الفاظ میں جن کافروں تک آپ کی نظر پہنچے گی وہ سب ختم ہوتے جائیں گے۔

روایت ۵۷ و ۵۸ وہاں میں رہی ذکر ہے کہ  
دجال حضرت مسیح کو دیکھنے ہی اس طرح پھل جائیگا  
جس طرح نمک پانی میں پھل جاتا ہے۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ ان روایات میں  
یہ بھی ذکر ہے کہ۔

(۱) مسیح نیزہ لیکر دجال کے پیچھے دوڑینگے  
اور اسے قتل کریں گے۔

(۲) وہ سوڑوں کو قتل کریں گے۔

(۳) وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے (۴)  
اگر سانس اور نظر پہنچنے کے مقام تک کافروں کا  
واقعی صفایا ہوتا جائے گا تو ان سنگاموں  
اور اس کشت و خون کی کیا ضرورت ہے، کیا  
یہ روایات کا کھلا تضاد نہیں؟

سورہ یہ سوال ہے کہ دجال کس مقام پر قتل ہوگا؟

روایت ۱۶ و ۱۷ اسے عیاں ہے کہ حضرت  
مسیح فجر کی نماز کے بعد جو دمشق میں ہوگا  
فی الفور دجال کو قتل کر دیں گے، لکھا ہے۔

”عیسیٰ علیہ السلام اپنے حریفوں سے اس

کو ہلاک کر دیں گے اور اسکے سامنے

شکست کھا کر بھاگیں گے“ (۵)

کیا دمشق سے ان لوگوں کو بھاگنے کا موقع ملتی  
ہے جبکہ لوگ مسیح کے سانس سے مر رہے ہونگے؟

روایت ۱۸ و ۱۹ وہاں کا مفاد ہے کہ  
لد کے مشرقی دروازہ پر دجال قتل ہوگا (۶)

روایت ۲۰ کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ۔

”عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور  
اللہ تعالیٰ دجال کو دمشق کی گھاٹی کے  
قریب ہلاک کر دیں گے“ (۵)

دمشق، لد، یا دمشق کی گھاٹی میں کوئی تطبیق دیکھا کرتے؟  
چہاں حضرت مسیح کے عصر قیام کے متعلق صرف تین روایات  
میں ذکر آیا ہے۔

(الف) دجال کو قتل کریں گے۔ اس کے بعد

عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک

زمین میں ایک امام عادل اور عالم منصف

کی حیثیت سے رہیں گے“ (۵)

(ب) زمین میں وہ چالیس سال ٹھہریں گے

پھر ان کا انتقال ہو جائے گا (۶)

(اس روایت کے لفظ ”ثم یتوفی“ کا

ترجمہ مودودی صاحب نے ”پھر ان کا

انتقال ہو جائے گا“ کیا ہے گویا انہیں

اس جگہ توفی بمعنی وفات و انتقال مسلم

ہے۔)

(ج) وہ اس کا بیچھا کریں گے اور اسے ہلاک

کر دیں گے پھر سات سال تک لوگ

اس حال میں رہیں گے کہ دو آدمیوں کے

درمیان بھی عداوت نہ ہوگی“ (۷)

ت  
روایات اول کی متقاضی ہیں | ہمارے مندرجہ بالا  
سرسری تبصرہ سے عیاں

ہے کہ مودودی صاحب کی پیش کردہ روایات کے بعض  
حصے بالکل نادرست ہیں اور بعض حصوں کی تطبیق کے لئے

ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ موعود محمدی مسیح ہے نہ کہ اسرائیلی ابن مریم۔ اپنے اسی دعویٰ پر دلائل و شواہد پیش کرنے سے پہلے یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ مسیح موعود کی آمد کی خبر ایک پیشگوئی ہے، پیشگوئیوں میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت انخفاء کا ایک پہلو ضرور ہوتا ہے۔ پیشگوئیاں از قبیل متشابہات ہوتی ہیں۔ چونکہ ان میں غیب کی خبر دی جاتی ہے اور مہیبت کے بائے میں قبل از وقت کسی قسم کا اجماع نہیں ہو سکتا، ان کی پوری حقیقت ان کے ظہور سے ہی عیاں ہوا کرتی ہے۔ سعادت مند وہی ہے جو پیشگوئی کے ظاہر ہونے پر ایمان لائے اور اس کا اپنا قیاس اور اندازہ اس کے ایمان کے راستے میں روک پیدا نہ ہو۔ مہدی کی احادیث کے متعلق موعود کی صاحب کا عقیدہ قابل توجہ ہے۔

لکھتے ہیں :-

”میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ نفس ظہور مہدی کی خبر کی حد تک تو یہ روایات صحیح ہیں لیکن تفصیلی علامات کا بیشتر بیان غالباً وضعی ہے۔“ (رسائل و مسائل)

مذہبی تاریخ کا یہ ایک نمایاں اور زندہ واقعہ ہے کہ یہود کو وعدہ دیا گیا تھا کہ ایلیا دوبارہ ان میں آئیگا۔ بلکہ یائیل کے الفاظ کے مطابق بظاہر اس کے آسمانوں سے اترنے کی تصریح موجود تھی۔ مگر حضرت مسیح نے سوال کرنے والے یہودیوں سے فرمایا کہ ایلیا کی آمد ثانی یا نزول سے مراد حضرت یحییٰ بن زکریا کی بعثت ہے ایلیا جم سمیت آسمانوں سے نہ اترے گا۔ حضرت مسیح کی

تاویل کی اشد ضرورت ہے۔ ان روایات میں یہ بھی ذکر ہے کہ ”درخت بکھریں گے“ (ص ۵۷) ”دیواریں اور درختوں کی جڑیں پکار اٹھیں گی“ (ص ۵۸) ”سوج کا مغرب طلوع ہونا“ (ص ۵۹)

یہ سب باتیں بتا رہی ہیں کہ ان روایات میں تاویل کرنے کے بغیر چارہ نہیں۔ بعض حصوں مثلاً کسر صلیب اور قتل خزیر وغیرہ کی تاویل خود موعود ہی صاحب بھی کر چکے ہیں۔ اندریں صورت بھی موعود صاحب کا یہ اصرار ہے کہ چونکہ ان روایات میں مسیح موعود کے لئے ابن مریم یا عیسیٰ کا لفظ بولا گیا ہے اس لئے اسے بہر حال ظاہر پر محمول کیا جائے خواہ کتنے ہی دلائل و قرائن اس کے ظاہر پر محمول کرنے کے خلاف ہوں یقیناً یہ اصرار غیر معقول ہے۔

اب اختلاف سمٹ کر اس بات پر آ گیا ہے کہ ان روایات میں ابن مریم سے مراد موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی میں آنے والے عیسیٰ بن مریم مراد ہیں یا امت محمدیہ کا کوئی فرد مراد ہے جسے ابن مریم کا مقام دیا جائے گا اور وہ اسی کام کے لئے آئیگا جس کے لئے پہلے ابن مریم آئے تھے۔

امت کا موعود محمدی مسیح ہے | روایات کا مجموعی مفاد یہ ہے کہ امت محمدیہ نہ کہ اسرائیلی ابن مریم کی اصلاح، اسلام کی تجدید و احیاء، دین حنیف کے علیہ و اشاعت، اسلام کے خلاف فتنوں بالخصوص دجالی فتنہ کے قلع قمع کے لئے ایک موعود امت محمدیہ میں آئیگا

اس تاویل کو الفاظ پرست یہود نے نفرت سے ٹھکرایا۔ پھر یہ واقعہ بھی مذہبی تاریخ کا ایک زندہ واقعہ ہے کہ یہود خیال کرتے تھے کہ ان کا مسیح موعود ظاہری بادشاہ ہوگا اور ان کو سلطنت دلائے گا اور زر و جواہر سے ان کے گھر بھر دیگا لیکن جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام غیبت اور درویشی کے لباس میں ظاہر ہوئے تو یہود نے ان سے منہ پھیر لیا اور انہیں جھوٹا ٹھہرایا۔ مولانا مودودی تحریر کرتے ہیں :-

”ان کی ان توقعات کے خلاف جب

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام خدا کی طرف سے مسیح ہو کر آئے تو یہودیوں نے ان کی سمجھت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے چلے ہو گئے۔“ (کتابچہ ختم نبوت ص ۵۸)

یہود آج تک ماتم کر رہے ہیں اور دیوارِ گریہ کے پاس روتے ہیں، انہیں چشمِ نود بیت المقدس میں روتے دیکھ چکا ہوں۔ مگر کیا آج تک ایلیا آسمان سے اترے؟ کیا بادشاہ مسیح موعود یہود کے لئے ظاہر ہوا؟ پس مقامِ خوف ہے کہ کہیں ہم کمزور و متناقص روایات کے سہارے اس زمانہ میں ظاہر ہو نیوالے صادق مسیح موعود کی تکذیب کرنے والے نہ بن جائیں اور ہم پر وہ پیشگوئی پوری نہ ہو جائے کہ امتِ محمدیہ طابقا لتعل بالنعلم امتِ موسویہ کی پیروی کرے گی۔ اس صورت میں جس طرح یہود قیامت کے دن اپنی ”روایات“ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر کے

عہدہ برآ نہ ہو سکیں گے اسی طرح مسلمان کہلانے والے بھی اپنی ”روایات“ پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ نہ سکیں گے۔ (اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسی غلطی اور ایسی گرفت سے محفوظ رکھے۔ آمین)

ہمارے پاس اس دعویٰ پر کہ امتِ مسیح موعود محمدی ہے، یہ کہ اس کی توثیق چاہئے ثبوت ہی اس کا مختصر ذکر درج ذیل ہے :-

**چنانچہ ثبوت** قرآن مجید بالبداهت بتا رہا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں

سورہ مائدہ کے آخری رکوع میں ذکر ہے کہ جب حضرت عیسیٰ سے دریافت کیا جائے گا کہ ان تثلیث پرستوں کو تو نے کہا تھا کہ وہ اللہ کے علاوہ تجھے اور تیری والدہ کو بھی دُخدا مانیں تو حضرت عیسیٰ و اشکاف الفاظ میں عرض کرینگے وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ - خدایا! میں تو جب تک ان میں موجود تھا ان پر نگران رہا (میری موجودگی میں انہوں نے تثلیث کا عقیدہ اختیار نہیں کیا) بعد ازاں جب آپ نے مجھے وفات دیدی تو آپ ہی انکے نگہبان تھے (مجھے کچھ علم نہیں)

ان بیان سے واضح ہے کہ حضرت مسیح کی موجودگی میں نصاریٰ میں عقیدہ تثلیث نہیں پھیلا۔ اور حضرت مسیح نصاریٰ سے تالیفِ حدیث سے پہلے ہی اللہ ہوئے ہیں یعنی وفات پا کر۔ پس اس آیت سے حضرت عیسیٰ کی وفات روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔ امت نے وہی زمانے بتائے ہیں یا تو حضرت مسیح عیسائیوں میں موجود اور انکے



نہی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی واضح اعلان فرمایا ہے کہ "ان عیسیٰ بن مریم عاشق عشرین مائتہ سنۃ رواہ الطبرانی (التحفة السنیۃ ص ۱۲۰) صحیح الکرامہ ص ۲۲۵) کہ حضرت عیسیٰ نے ایک سو بیس سال عمر پائی تھی۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسرائیلی مسیح کا حلیہ یوں فرمایا اَحْمَرُ جَعْدًا کہ اس کا رنگ سرخ ہے اور اس کے بال گھنگرے یا لے ہیں (صحیح مسلم مطبوعہ مصر جلد ۸ ص ۸۱-۸۲) اور آنے والے یعنی محمدی مسیح کے حلیہ میں فرمایا ادر سبط الرأس کہ اس کا رنگ گندھی ہے اور بال سیدھے ہیں (صحیح مسلم جلد ۸ ص ۸۱) گویا صاف بتا دیا کہ اسرائیلی مسیح اور ہے اور محمدی مسیح اور۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اجماع کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آنے والے سب نبی و وفات پانچکے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آیت قرآنی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل سے استدلال فرمایا کہ جب پہلے کے سب رسول وفات پانچکے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر تعجب کیوں کرتے ہو؟ سب صحابہ نے غم اور اندوہ کے جذبات سے معمور ہو کر خاموشی سے اسے تسلیم کر لیا۔

الغرض قرآن مجید کی آیات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہ کے اجماع سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں۔ اور وفات یافتہ شخص دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتا۔ اسلئے

نگران ہوں اور یا پھر متوفی ہوں (یاد رہے کہ مودودی صاحب نے روایت ملا کے الفاظ تَمَر یتوفی فیصلی علیہ المسلمون میں توفی سے مراد موت ہی لی ہے (ص ۱۱۱) ظاہر ہے کہ مسیح نصاریٰ میں موجود نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح وفات پا گئے ہیں۔

اس آیت سے وفات مسیح کے علاوہ یہ امر بھی بوضاحت ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ اس دنیا میں ہرگز آنے والے نہیں۔ اور یہ جو روایات "میں کسب صلیب کرنے اور مسیحیوں کو مٹانے کا ذکر ہے وہ آپ نے خود نہیں بلکہ آپ کے کسی مشیل نے کرتا ہے ورنہ حضرت مسیح قیامت کے دن یہ کس طرح کہیں گے کہ خدا یا! جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی نگہبان اور حالات کو جاننے والا تھا مجھے کچھ پتہ نہیں کیا ایسا بیان کتنا حقیقت بلکہ صریح دروغ نہ کہنا بیجا (معاذ اللہ)؟ پس یہ آیت حضرت مسیح کی وفات اور ان کے دوبارہ دنیا میں نہ آنے پر قطعۃ الدلائل نص ہے۔

توفی کے معنی وفات اور موت ایک مسئلہ حقیقت ہے۔ متوفی کے معنی حضرت ابن عباس نے مسیتک کے ہیں (بخاری کتاب التفسیر) اور اب تو مفتی دیار مصر شیخ الازہر علامہ محمود شوت صاف کہہ چکے ہیں کہ توفی کے معنی موت ہیں۔ اور قرآن مجید سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہے۔ (کتاب الفتاویٰ مطبوعہ مصر)

لہذا روایت تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۲۵ و مواہب اللدنیہ جلد ۱ ص ۱۱۱ پر بھی درج ہے ۴

پہلے لوگوں میں یہ انبیاء علیہم السلام  
خلیفے تھے۔

اس آیت قرآنی میں بطور نص صریح فرمایا ہے کہ امت  
محمدیہ کے سب خلفاء مسلمانوں میں سے ہوں گے۔ یہ ہرگز  
نہ ہوگا کہ کوئی شخص خلیفہ تو امت محمدیہ میں مقرر ہو مگر  
ہو وہ امرائے سببی یا کسی اور قوم و مذہب کا فرد۔

اب بات صاف ہے کہ آنے والے ابن مریم  
کے متعلق مسلمین میں فریقین ہیں کہ :-

”وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے خلیفہ ہوں گے“ (ختم نبوت ص ۱۱۱)

اور آیت استخلاف کے مطابق آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے سب خلفاء آپ کی امت میں سے ہی۔  
اسلئے ماننا پڑے گا کہ آنے والا ابن مریم امرائے سببی  
بلکہ امت محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے و ہوا المراد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں آنے والے  
موجود کو اس کی صفات اور اس کے کام کے لحاظ سے  
ابن مریم قرار دیا وہاں ساتھ ہی اسے مسلمانوں کا امام اور  
مسلمانوں میں سے پیدا ہونے والا قرار دیا ہے فرمایا  
کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فاصکم  
منکم (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۷ مطبوعہ مصر) گویا بتا دیا کہ  
آیت استخلاف میں جو وعدہ الہی ”منکم“ ہے اور جس  
کے مطابق سب خلیفے مسلمانوں میں سے ہونے چاہئیں  
اسی کے مطابق آنے والا ابن مریم بھی میرا خلیفہ ہوگا۔  
وہ تمہارا امام ہوگا۔ ”منکم“ وہ تم مسلمانوں میں سے  
ہوگا کسی اور قوم میں سے نہ آنے گا۔ حضرت مسیح موعود

ماننا پڑے گا کہ روایات میں آنے والے کا نام ابن مریم  
مجازاً ہے، درحقیقت وہ امت محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ علیہ بنا کر بھی  
صراحت فرمادی ہے کہ پہلا مسیح اور تھا اور آنے والا  
مسیح اور ہے۔ ایک نام کے تو متعدد اشخاص ہو سکتے  
ہیں مگر وہ مختلف علیہ ایک شخص کے نہیں ہو سکتے۔

**دوسرا ثبوت** قرآن مجید فرماتا ہے وعدہ  
اللہ الذین امنوا منکم و

عملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض  
کا استخلف الذین من قبلہم (النور: ۵۵)  
کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں اور عمل صالح بجالانے  
والے مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ زمین میں  
ان میں سے ہی ایسے خلیفے مقرر کرنا ہے گا جیسا کہ اس  
نے پہلے لوگوں میں سے خلیفے بنائے تھے۔ امام ازہری  
اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

كما استخلف ہارون و یوشع  
و داؤد و سلیمان و تقدیر النظم  
لیستخلفنہم استخلافاً  
کا استخلاف من قبلہم من  
ہو (لاء الانبیاء علیہم  
السلام۔ تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۱۲۹)  
کہ اللہ ہی طرح خلیفے بنا بیگا جس  
طرح اس نے ہارون، یوشع، داؤد  
اور سلیمان کو خلیفہ بنایا تھا مسلمانوں  
میں اسی طرح خلیفے ہوں گے جس طرح

علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

چوں مرا نور سے پئے قوم کیسی دادہ اند

مصلحت را ابن مریم نام من نہا وہ اند

احادیث نبویہ صاف صاف بتا رہی ہیں کہ ہمدی موعود اور ابن مریم

ایک وجود ہے۔ مسیح ہی امام ہمدی ہے اور امام ہمدی ہی مسیح موعود ہے۔ احادیث میں دونوں کا ایک ہی علیہ

درج ہے، ایک ہی کام اور نصب العین بیان ہوا ہے۔ خدا ترس انسان احادیث پر مجموعی نظر ڈالنے کے

بعد اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ آنے والا ہمدی اور مسیح ایک ہی وجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف

طور پر آنے والے مسیح موعود کو امام ہمدی قرار دیا ہے فرمایا :-

”یبتقی عیسیٰ بن مریم اماماً

مہدیاً وحکماً عادلاً۔“

(مسند احمد بن حنبل)

کہ جو زندہ رہے گا وہ عیسیٰ بن مریم

گوٹے گا جو امام ہمدی اور حکم عادل

ہوگا۔“

طبرانی میں لکھا ہے :-

ینزل عیسیٰ بن مریم مصدقاً

بمحمّد علی ملتہ اماماً مہدیاً

کہ آنے والا ابن مریم آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے مذہب پر اور آپ کا مصدق

ہوگا وہ امام ہمدی ہوگا۔

ایک اور حدیث میں آنحضرت نے فرمایا :-

درا المہدی الاعمسیٰ ابن مریم

(ابن ماجہ)

کہ ہمدی نہیں مگر ابن مریم۔

ان احادیث کی بنا پر امت کا ایک معتد بہ حصہ ہی

مانتا رہا ہے کہ ابن مریم اور ہمدی ایک ہی وجود کے دو

نام ہیں۔ حافظ ابن قیم نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں۔

لکھا ہے :-

”یخے آنکہ ہمدی مسیح ابن مریم است

و در حقیقت ہمدی اوست“

(حج الکرامہ ص ۲۷)

کہ ہمدی کے بارے میں مختلف اقوال

ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ہمدی ابن مریم ہی

ہے اور در حقیقت وہی ہمدی ہے“

شیخ صابری نے سو فیاد امت کا قول یوں ذکر کیا ہے :-

”و بعضی برانند کہ روح علی در ہمدی

بروز کند و نزول عبادت از ہمیں روز

است مطابق این حدیث کہ لامہدی

الاعمسیٰ ابن مریم۔“

(اقتباس الانوار ص ۵۲)

کہ بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ روح عیسیٰ

ہمدی میں بطور بروز ظہور کرے گی اور لفظ نزول

سے یہی بروز مراد ہے۔ ان لوگوں کا نظریہ

حدیث لامہدی الاعمسیٰ کے مطابق ہے“

پس جب مسیح اور ہمدی ایک ہے اور ہمدی کے متعلق

بالافتاح مسلم ہے کہ وہ امت محمدیہ میں سے ہے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ آنے والا ابن مریم بھی مسلمانوں میں سے ہے اور اسرائیلی نہیں ہے۔

**چوتھا ثبوت** | قرآن مجید نے مسلمانوں کو خیر امت قرار دیا ہے۔ کنتم خیر امتہ

أخرجت للناس (آل عمران: ۱۱۰) اقصیٰ بین اور آخرین کے ذوق و ربتا کر مردوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کو کام کرنے والا بتایا ہے۔ (سورۃ الجمع غ) اسلئے امت محمدیہ کے بلند مقام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوضِ قدسیہ کا تقاضا ہے کہ آنے والا ابن مریم امت میں سے آئے۔ یہ تو مناسبت نہیں کہ یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر چلنے والے تو امت محمدیہ میں سے ہوں اور اصلاح کرنے والا ابن مریم باہر سے آوے۔ یہ عقل اور ذوقِ سلیم کے سمجھنے کی بات ہے۔

الغرض جب یہ طے ہو گیا کہ مسیح بن مریم اسرائیلی وفات پا گئے ہیں وہ آنے والے نہیں ہیں اور آنے والا موعود امت محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے اور وہ اچکا ہے، عین چودھویں صدی کے سر مسیح موسوی کے زمانہ کے مطابق ظہور فرمایا چکا ہے۔ تو روایات کی غلط تعبیریں کر کے ٹھوک کھانا درست نہیں بلکہ اس موعود پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کرنے میں ہی سعادت سمجھنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مسیح موعود ہونے پر ایمان لانے والوں کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے

مبارک وہ جو اب ایمان لایا  
صحابہ سے بلا جب مجھ کو پایا

روایات کے متعلق ہم یہ بے انصافی نہیں  
مؤود صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اقوال

مولانا مودودی صاحب کے ان ذریعہ اقوال کو نقل ذکر میں  
جو آپ نے بڑے غور و فکر کے بعد روایات کے بارے  
میں لکھے ہیں تحریر کرتے ہیں۔

(۱) آیات قرآنی کے منزل من اللہ ہونے

میں تو کسی شک کی گنجائش ہی نہیں۔

بخلاف اس کے روایات میں اس

شک کی گنجائش موجود ہے کہ بس

قول یا فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرف منسوب کیا گیا ہے وہ واقعی

حضور کا ہے یا نہیں۔

(رسائل و مسائل صفحہ ۲)

(۲) "میں نے جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیشینگوئیوں پر غور کیا ہے ان کا

انداز یہ نہیں ہوتا کہ کسی آنے والی چیز

کی علامات و تفصیلات اس طریقے

سے کبھی آپ نے بیان کی ہوں جس طرح

ظہور ہمدی کی احادیث میں پائی جاتی

ہیں۔" (رسائل و مسائل صفحہ ۶)

(۳) "میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نفس ظہور

ہمدی کی خبر کی حد تک تو یہ روایات

والی باقی ہے کہ مولانا ان ذریں اصولوں کے مطابق اپنے کتابچہ ختم نبوت کی "اکیس روایت" پر بھی خدا ترسی سے نظر کریں۔ پھر آخری قول میں جس سنت اہلبیہ کا ذکر آپ نے خود فرمایا اس کو مدنظر رکھ کر بتائیں کہ ان مریم کو سب لوگوں کے سامنے آسمانوں سے فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتارنا کیا اس سنت کے مطابق ہے۔ جہاں کے لئے تو آسمان سے آواز آنا بھی حکمتِ خداوندی کے خلاف ہو گا اور ان مریم کا سارے جسم سمیت آسمانوں سے سب کے سامنے اترنا حکمتِ خداوندی کے مطابق؟

ع

اب پھر بوالعجبی امت

صحیح ہے لیکن تفصیلی علامات کا بیشتر بیان غالباً وضعی ہے۔ "مسائل و مسائل" (۴۱) "حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دینا جس سے عقلی آزمائش و امتحان کا کوئی موقع باقی نہ رہے حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے۔ اب یہ کیسے با در کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس سنت کو صرف امام ہمدی کے معاملہ ہی میں بدل دے گا اور ان کی بیعت کئے وقت آسمان سے منادی کرے گا کہ لوگو! یہ ہمارا خلیفہ ہمدی ہے اس کی سنو اور اطاعت کرو!" (ترجمان القرآن ج ۱ ص ۱۹۲)

معزز قارئین! اب ہمارے لئے صرف اتنی ہی بات کہنے

## فصل نہم

### کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی؟

کوئی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں رہی تو بلاشبہ مودودی صاحب کا موقف درست ہو گا لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی تشریح کا طہ کے بعد بھی غیر تشریحی یا اتنی نبوت کی کوئی ضرورت باقی ہے تو پھر مودودی صاحب کی دعویٰ غلط قرار پائے گا اور جماعت احمدیہ کا موقف درست۔

جناب مودودی صاحب نے ایک **ایک معقول سوال** نہایت معقول سوال اٹھایا ہے کہ آنحضرت کے بعد نبوت کی کوئی ضرورت باقی ہے؟ اس سوال کے حل ہونے سے ہمارے اور ہمارے مخالفین کے درمیان فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نبوت کی جتنی ضرورتیں متصوّر ہیں ان میں سے

ہوگا۔

يَبُوتُ احداً من العالمين (المائدہ: ۲۰) کے مترجہ خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نبوت اور بادشاہت کو قومی انعام قرار دیا ہے۔

اب ہم ذیل میں مودودی صاحب کے بیانات اور اشکالات کو قولہ کے ساتھ ذکر کر کے اقول کے ساتھ اپنے جوابات عرض کرتے ہیں۔

### (۱) کیا منصب نبوت انعام الہی نہیں؟

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ ضرورت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود کیا کرتا ہے۔ نبوت پر ایمان سے گریزاں انسان تو ہمیشہ پھلتے رہتے ہیں (۱) لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِكَ رَسُولًا (المؤمن: ۲۴)۔ (۲) لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ احداً (الجن: ۲۰) کہ اب اس نبی کے بعد کوئی رسول نہ آئے گا۔ اب خدا کسی کو مبعوث نہ کرے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں ضرورت کے مطابق نبی مبعوث فرماتا رہا ہے۔

### نبوت کی چار ضرورتیں

قولہ ”صرف چار حالتیں ایسی ہیں جن میں انبیاء مبعوث ہوتے ہیں۔ اقول یہ کہ کسی خاص قوم میں نبی بھیجنے کی ضرورت اسلئے ہو کہ اس میں پہلے کوئی نبی نہ آیا تھا۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ پہلے گزرے ہوئے نبی کی تعلیم بھلا دی گئی ہو یا اس میں تخریب ہو گئی ہو۔ سومریہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعہ مکمل تسلیم و ہدایت لوگوں کو نہ ملی ہو۔۔۔۔۔ چہاں رہے کہ ایک نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لئے ایک اور نبی کی ضرورت ہو۔“ (ختم نبوت ص ۲۲۵-۲۲۵)

قولہ ”نبوت کوئی ایسی صفت نہیں ہے جو ہر اس شخص میں پیدا ہو جایا کرے جس نے عبادت اور عمل صالح میں ترقی کر کے اپنے آپ کو اس کا اہل بنا لیا ہو۔ نہ یہ کوئی ایسا انعام ہے جو کچھ خدا کے صلے میں عطا کیا جاتا ہو بلکہ یہ ایک منصب ہے جس پر ایک خاص ضرورت کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مقرر کرتا ہے۔ وہ ضرورت جب داعی ہوتی ہے تو ایک نبی اس کے لئے مامور کیا جاتا ہے اور جب ضرورت نہیں ہوتی یا باقی نہیں رہتی تو خواہ مخواہ انبیاء پر انبیاء نہیں بھیجے جاتے۔“ (ختم نبوت ص ۲۲۵)

اقول نبوت بلاشبہ ایک منصب ہے اور یہ بھی درست ہے کہ جب ضرورت داعی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ خود نبی مبعوث فرماتا ہے۔ لیکن مولانا کا یہ بیان درست نہیں کہ منصب نبوت کا ملنا انعام الہی نہیں۔ یہ بیان نص قرآنی و اذ قال موسى لقوماء يا قوم اذكروا نعمه الله عليكم اذ جعل قبلكم انبياء وجعلكم ملوكاً و اتاكم مالاً

صاحب شریعت نبی یا مستقل نبی کے آنے کی اب ضرورت باقی نہیں ہے۔

## مدد کے لئے نبی کی ضرورت

قولہ ”اب رہ جاتی ہے پوچھی ضرورت۔ تو اگر اس کے لئے کوئی نبی درکار ہوتا تو وہ حضورؐ کے زمانے میں آپ کے ساتھ مقرر کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ جب وہ مقرر نہیں کیا گیا تو یہ وہ بھی ساتھ ہو گئی۔“ (ص ۳)

اقول۔ یہ واضح بات ہے کہ نبی کے مشن کے چلانے اور اس کی شریعت پر لوگوں کو عمل پیرا کرنے کیلئے اصل ضرورت نبی کے بعد پیدا ہوتی ہے اسلئے آئندہ ظاہر ہونے والے نبی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ”کس طرح مقرر کیا جاسکتا تھا؟ البتہ آنے والے کے لئے قرآنی آیات میں ذکر ہو چکا ہے۔ لسان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عوی ذکر بھی آیا ہے۔ مثلاً فرمایا: ”ابوبکر افضل هذه الامة الا ان يكون نبيا“ (دیلی بحوالہ کنوز الحقائق مرتبہ امام مناوی طبع مصر ص ۱) اور ”ابوبکر خیر الناس الا ان يكون نبيا“ (طبرانی کبیر وکال بن عدی بحوالہ جامع الصغیر مرتبہ امام سیوطی طبع مصر ص ۱) کہ حضرت ابوبکرؓ اس امت کے افضل اور بہترین انسان ہیں سوائے اس کے کہ بعد میں کوئی نبی پیدا ہو جائے۔“

اقول۔ اگر یہ مولانا نے اپنے بیان کی تائید میں قرآن مجید کی کوئی آیت پیش نہیں کی تاہم ان ضرورتوں کے بارے میں اختلاف کرنے کی کوئی حاجت نہیں البتہ ساری ضرورتیں ہی نہیں اسلئے اس موقع پر کلمہ ”صرف“ کا استعمال درست نہیں۔ نیز پوچھی قسم میں ”نبی“ کے ساتھ ”کے علاوہ نبی کے بعد“ کا لفظ بھی ہونا ضروری ہے۔ ”نبی کی مدد سے مراد اس کے مشن اور اس کی لائی ہوئی شریعت کا نفاذ کرنا ہے یا سابق نبی کی امت کی اصلاح ہے۔ اس مدد کے لئے بعد میں بھی نبی آتے رہے ہیں۔“

## تین ضرورتوں کے ختم ہونے پر اتفاق

قولہ ”حضورؐ کو تمام دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا گیا۔۔۔ حضورؐ کی لائی ہوئی تعلیم بالکل اپنی صحیح صورت میں محفوظ ہے۔ اس میں سچ و تحریف کا کوئی عمل نہیں ہوا ہے۔۔۔ حضورؐ کے ربیع سے دین کی تکمیل کر دیا گیا ہے لہذا تکمیل دین کے لئے بھی اب کوئی نبی درکار نہیں رہا۔“

اقول۔ یہ تینوں باتیں مسلم ہیں۔ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ قرآن مجید کامل شریعت اور محفوظ کتاب ہے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ علماء نے قرآن پاک کی تفاسیر میں بہت سی غلط باتیں داخل کر دی ہیں جن کے ازالہ کی اسد ضرورت ہے۔ ہاں

انزلنا التوراة فیہا ہدًی و نورا  
 یحکم بہا النبیون الذین اسلموا  
 للذین ہادوا (المائدہ ۴۴) کہ ہم نے  
 تورات کو نازل کیا اس میں ہدایت اور نور موجود  
 تھا۔ تورات کے تابع انبیاء یہود کے لئے تورات  
 کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ "بخاری شریف میں  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ  
 "بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے۔  
 جب کوئی نبی مر جاتا تو دوسرا نبی اس کا  
 جانشین ہوتا" (کتا بچہ ختم نبوت ص ۱۲)

حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی  
 تحریر فرماتے ہیں :-

"حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت عیسیٰؑ

یک جلتے نبی ہوئے سب تورات

ہی پر عمل کرتے رہے" (ہدیۃ الیوم)

بخاری شریف کے یہ پے درپے نبی ایک ہی قوم میں  
 آتے رہے۔ وہ کوئی نئی شریعت نہ لاتے اور نہ  
 ہی تحریفات دُور کرنے کے لئے آئے کیونکہ  
 تورات میں اس وقت ہدایت و نور موجود تھا۔  
 اور وہ اسی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ حضرت  
 مسیح جن کے بارے میں اختلاف ہے ان کا بھی  
 انجیل میں یہی قول ہے کہ :-

"فقیر اور فریسی موسیٰ کی گدی پر

بیٹھے ہیں بس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں

وہ سب کرو اور مانو۔ لیکن انکے سے

اور خصوصی ذکر یوں ہوا کہ مسیح موعود کے لئے چاہا  
 مرتبہ "نبی اللہ" صحیح مسلم میں اردہ ہوا ہے۔

کیا محض اصلاح کے لئے نبی نہیں آسکتے؟

قولہ "اب ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ پانچویں  
 وجہ کوئی ہے جس کے لئے آپ کے بعد ایک  
 نبی کی ضرورت ہو؟ اگر کوئی کہے کہ قوم بگڑ  
 گئی ہے اسلئے اصلاح کی خاطر ایک نبی  
 کی ضرورت ہے تو ہم اس سے پوچھیں گے  
 کہ محض اصلاح کے لئے نبی دنیا میں کب  
 آیا ہے کہ آج صرف اس کام کے لئے وہ آئے؟

(ختم نبوت ص ۱۲)

اقول۔ آپ کو قوم کا بگاڑ اور اس کی اصلاح کی  
 ضرورت تو مسلم ہے مگر آپ کا سوال یہ ہے  
 کہ محض اصلاح کے لئے نبی دنیا میں کب  
 آیا ہے؟ "گویا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ پہلے  
 کبھی نبی محض اصلاح کے لئے بھی آیا ہے نیا  
 پیغام دینا اس کا مقصد نہ تھا پچھلے پیغام کی  
 تکمیل بھی اس کا نصب العین نہ تھا اور نہ ہی  
 پہلی شریعت کو تحریفات سے پاک کرنے آیا تھا  
 بلکہ وہ صرف اصلاح کے لئے آیا تھا اور سابقہ  
 شریعت کا نفاذ اس کا نصب العین تھا۔ اگر ایسا  
 ثابت ہو جائے تو آپ کے نزدیک جائز ہو گا کہ  
 اب بھی محض اصلاح کے لئے نبی آجائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا



کام نہ کرو۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کہتے  
ہیں: (متی ۲۳)

پس معلوم ہوا کہ یہ انبیاء محقق اصلاح کے لئے آئے  
تھے اور ان کا نصب العین موسوی شریعت کا نفاذ تھا۔

ہماری تائید میں ایک تازہ توالم [جماعت اہل حدیث

کے ترجمان "ہفت روزہ الاعتصام لاہور کا ایک تازہ  
ترین حوالہ بھی قابل توجہ ہے۔ اہل حدیث کے قلم بند نہ کئے  
جانے کے سلسلہ میں مولانا محمد حنیف ندوی لکھتے ہیں:-

"ان ہزاروں انبیاء کے بارہ میں  
کیا کہا جائے گا جنہیں سرے سے کسی  
کتاب سے بہرہ مند ہی نہیں کیا گیا بلکہ  
جن کی نبوت کا دار و مدار صرف  
ان کے اونچے کردار اور مصلحانہ  
عمل ہی پر استوار ہے اور  
جو صرف منذرین و مبشرین کے ذمہ  
میں شمار ہونے کے لائق ہیں کیا ان کو  
نبی تسلیم نہیں کیا جائے گا؟"

(الاعتصام ۳۰ مارچ ۱۹۶۲ء)

اب تو مولانا مودودی صاحب کو تسلیم کرنا ہی پڑ گیا  
کہ بہت سے بلکہ ہزاروں انبیاء محض قوم کی اصلاح کیلئے  
آئے تھے اور ان کی نبوت کا دار و مدار صرف ان کے

اونچے کردار اور مصلحانہ عمل ہی پر استوار تھا۔  
قوم کا بگاڑ آپ کو مسلم ہے اور بہت سے انبیاء  
کا محض اصلاح کے لئے مبعوث ہونا ثابت شدہ حقیقت  
ہے۔ اب فرمائیے کہ آپ ضرورت نبوت سے کیونکہ انکا  
کر سکیں گے؟

نبوت مسلمانوں کے دل کی آواز ہے | امت میں  
یہ عقیدہ مسلسل

چلا آیا ہے کہ آخری زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی بعثت ثانیہ کے طور پر امام مہدی کا ظہور ہو گا۔ آنے  
والے موعود کو مفسرین نے آیت دھوا الذی ارسل  
رسولہ بالہدنی و دین الحق لیظہر علی  
الدین کلہ کا مصداق قرار دیا ہے۔ مسیح موعود  
کی آمد کا عقیدہ بھی امت میں جاری و ساری رہا ہے۔  
مودودی صاحب ایسے چند شاخہ افراد کو مستثنیٰ کر کے  
مسلمانوں کا عمومی عقیدہ یہی چلا آیا ہے کہ آنے والا  
مسیح نبی ہے۔ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امت  
کے موعود کو چار مرتبہ قبیلی اللہ قرار دیا ہے۔  
بے شک اب تکیل دین کے لئے نبی کی ضرورت نہیں مگر  
تکمیل اشاعت دین کا کام بھی نبی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔  
مودودی صاحب نے اقامت دین کی تحریک "بارہی  
کو کے جو تجربہ کیا اور جسے مسلمانوں کے دل کی آواز  
کہنا چاہئے اسے خود مودودی صاحب کے الفاظ میں پڑھئے  
لکھتے ہیں:-

"اکثر لوگ اقامت دین کی تحریک  
کے لئے کسی ایسے مردِ کامل کو ڈھونڈتے

لہ الفرقان:- اس سے حدیث لم یبق من النبوة الا  
المبشرات کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے \*

سے کم کرنا پر رضی نہیں ہے  
(ترجمان القرآن دسمبر جنوری  
۱۹۶۲ء ص ۲۰۶)

گویا ضرورت نبوت کو سب مانتے ہیں۔ مگر  
سے ہزار انکار کریں مگر دلی ہمارے ساتھ ہیں۔  
مودودی صاحب تو امتیاز کی بعثت سے بیزار نظر آتے  
ہیں تاکہ انہیں ان پر ایمان نہ لانا پڑے۔ مگر حضرت  
موسیٰ علیہ السلام کتنے پیارے الفاظ میں فرماتے ہیں:-  
"کاش کہ خداوند کے سامنے بندے  
نہی ہوتے" (گنتی ۱۱/۲۹)

ہی جو ان میں سے ایک ایک شخص کے  
نصرت کمال کا مجسمہ ہو اور جس کے  
سامنے پہلو قوی ہی قوی ہوں۔ دوسرے  
الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے  
طالب ہیں۔ اگرچہ زبان سے تم نبوت  
کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی اجوائے  
نبوت کا نام بھی لے دے تو اس کی  
زبان گدی سے کھینچنے کے لئے تیار  
ہو جائیں مگر اندر سے ان کے  
دل ایک نبی مانگتے ہیں اور نبی

## فصل دہم

### جناب مودودی صاحب کے "امور متفرقہ" پر ایک نظر

#### (۱) کفر و ایمان کی کشمکش

ایک اہم ترین مسئلہ ہے۔ (کتابچہ ختم نبوت ص ۱۳۱)  
اقول نبی کے بھیجے جانے کی ضرورت پر گزشتہ فصل میں بحث  
ہو چکی ہے۔ بقول مودودی صاحب ایک لاکھ  
پونیس ہزار مرتبہ تو کفر و ایمان کی کشمکش پیدا کرنا  
رواہ ہے مگر اب مودودی صاحب کے زمانہ میں یہ کشمکش  
کیوں پیدا کی جاسکے؟ جناب! جب ضرورت تھی  
تو یہ "کشمکش" بھی بقول انجناب! ناگزیر ہے کفر  
بھی اسرائیل کا کیا تصور تھا کہ ان میں نبی کے بعد نبی آتے ہیں

قولہ - "یہ تفریق (نبی کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کی)  
اس حالت میں تو ناگزیر ہے جبکہ نبی کے بھیجے جانے کی  
فی الواقع ضرورت ہو مگر جب اس کے آنے کی کوئی  
ضرورت باقی نہ رہے تو خدا کی حکمت اور اس کی رحمت سے  
یہ بات قطعی بعید ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو  
کفر و ایمان کی کشمکش میں مبتلا کرے اور انہیں کبھی

تورہ بالکل غیر موثر ہے۔ کیونکہ امتی نبی کی وحی ماخذِ قانون یا تشریحی وحی نہیں ہوتی۔ اسلئے غیر تشریحی نبی کے آنے سے مشترک معاشرہ کے عقلاً ناممکن ہو جانے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ دیکھئے حضرت مسیح نامری نے اپنے حواریوں سے صاف فرما دیا تھا کہ:-

”فقیر اور فریسی موبی کی گدڑی پر بیٹھے ہیں پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو۔ لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں“ (متی ۲۳)

گویا فرمایا کہ جہاں تک ماخذِ قانون کا تعلق ہے ہمارا اور یہودی علماء کا اختلاف نہیں ہم ایک ہی ”برادری“ کے فرد ہیں مگر عمل اہل عملی کا فرق و اختلاف ہے۔

یہ تو انبیاء کرام کا موقف ہوتا ہے وہ از خود قوم سے الگ نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر ڈیوڈ ٹھڈر اگر بیاروں سے دُور جا بیٹھے تو وہ علاج کس طرح کر سکتا ہے؟ مگر واقعہ یہ ہوتا ہے کہ نبی (خواہ وہ غیر تشریحی ہی کیوں نہ ہو) کے آنے پر اس وقت کے علماء و آیت قرآنی فیرحو اِسْمَا عِنْدَہُمْ مِنَ الْعَلْمِ (المومن: ۸۳) کے مطابق سخت متکبرانہ انداز اختیار کر کے نبی اور اس کے نزدیک ساقیوں کو دھتکار دیتے ہیں ان پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں، انہیں سنگسار کرتے اور جلا وطن کرتے ہیں گویا وہ خود ”مشترک معاشرہ“ کو ناممکن بنا دیتے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ نبی اور اسکے ملنے والوں کو کچھ استحکام عطا کرتا ہے تو یہی علماء بھیلوں کے لباس میں آکر شور مچاتے ہیں کہ اس نبی نے آکر تو ہمارے معاشرے میں فساد پیدا کر دیا ہے حالانکہ فساد پیدا کرنا

اور قبول مولانا مودودی انہیں خواہ مخواہ کفر و ایمان کی کشمکش میں مبتلا کیا گیا اور انہیں کبھی ایک امت نہ بننے دیا گیا؟ آج جن لوگوں کو نبی کے آنے پر ”کشمکش“ سے بچانے کے لئے مودودی صاحب کو شاں ہیں۔ ان کے متعلق لکھتے ہیں:-

”یہ انہوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اسکے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام مٹا چلا آ رہا ہے اسلئے یہ مسلمان ہیں۔“ (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش صفحہ سوم ص ۱۱)

فرمائیے کیا ان حالات میں دشمنانِ اسلام کے حملوں کے دفاع کرنے اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ نام کے مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنانے کے لئے امتی نبی کی ضرورت نہیں؟

## (۲) ”مشترک معاشرہ“ اور نبوتِ غیر تشریحی

قرولہ: ”ایک گروہ اپنے تسلیم کردہ نبی کی پیشانی کی ہوئی وحی اور اس کی سنت سے قانون لیکتا اور دوسرا گروہ اس کے ماخذِ قانون ہونے کا سرے سے منکر ہوگا۔ اس بنا پر ایمان کا ایک مشترک معاشرہ بن جانا کسی طرح بھی ممکن نہ ہوگا۔“ (ختم نبوت ص ۳۷)

اقول۔ قوموں کے جذبات کو اُجھالنے کا یہ پُرانا طریقہ ہے جو انبیاء کے ہوشیار مخالف ہمیشہ اختیار کرتے آئے ہیں مگر غیر تشریحی اور امتی نبوت کے تعلق میں یہ

جاسکتا! (رسائل و مسائل صفحہ ۲۰)

### (۳) برسر عدالت ریکارڈ لاسے کی بات

قولہ ”اگر بفرض محال نبوت کا دروازہ و آقی کھلا بھی ہوا اور کوئی نیکی آ بھی جائے تو ہم بے خوف و خطر اس کا انکار کر دیں گے۔ خطرہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی باز پرس ہی کا توہم ہو سکتا ہے۔ وہ قیامت سے، وز ہم سے پوچھے گا تو ہم یہ سارا ریکارڈ خود برسر عدالت لاکر رکھ دینگے! (صفحہ ۲۰) اقول: کیا یہی ”ہرأت منذرہ اقدام“ یہودی نہیں اٹھا سکتے؟ ان کے علماء بھی کہتے پھرتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن ہم سے باز پرس ہوئی تو ہم خدا کی کتاب (۲۰ سلاطین ﷺ اور ملاکی پیچ) برسر عدالت لاکر رکھ دیں گے اور کہیں گے کہ خدایا! تو نے خود فرما دیا تھا کہ تجھے مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا دوبارہ آئے گا اور وہ آسمان پر ہے۔ پس ایلیا کے آسمان سے اُتارنے کے بغیر ہم مسیح بنیں گے کون کس طرح سچا مان لیتے؟ اگر ہم گمراہ ہوئے ہیں تو ذمہ داری آپ پر ہی ہے۔

یہاں مولانا مودودی صاحب! قیامت کا دن بڑا ہونا کہ دن وہاں عالمانہ چالاکوں کا کام نہیں چلی سکتا۔ خدا کی پاک کتاب قرآن مجید کی نصوص کے مقابلہ میں روایات و احادیث کو بنالی معنی دیکر چڑھنے رکھنا اور انہیں قرآن کے تابع نہ کرنا کسی طرح لغوی شمار ہی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ آپ بھول رہے ہیں خدا تو واضح اور فرقی سے کام لیکر دعائیں کریں تا اللہ تعالیٰ سے

وہ علماء خود ہوتے ہیں۔ راستبازوں کے خلاف سزا ہی ایسا ہوتا رہا ہے۔

مولانا مودودی نے جماعت احمدیہ کے خلاف ”معاشرہ“ کے سوال کو بے حد اُبھارنے کی کوشش کی ہے مالا لنگہ یہ سوالی محض بے بنیاد ہے۔ اتنی نہ کوئی نیا قانون نہیں لاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قانون اور آپ کی شریعت قرآن مجید ہے۔ جب ماخذ قانون ایک ہے تو مشترک معاشرہ کیونکر ناممکن ہے۔ باقی جہاں بدلتی ہوتی ہے جیسا کہ آج کل کے فتویٰ باز علماء کا شیوہ ہے تو وہاں تو کسی طرح بھی مشترک معاشرہ کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ مودودی صاحب خود لکھتے ہیں :-

”عام طور پر مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے درمیان بحثوں اور مناظروں اور نزاعوں نے یکنیت پیدا کر دکھا ہے کہ ہر گروہ دوسرے کو گمراہ ٹھہراتے اور اس سے دور بھاگنے کے لئے دلیلیں ڈھونڈتا ہے اور بات بات پر فرقے بنتے ہیں۔ مسجدیں الگ ہوتی ہیں اور شادی بیاہ کے تعلقات منقطع ہوتے ہیں۔“

(رسائل و مسائل صفحہ ۲۰ و ۲۱)

ہاں ایک اور قیمتی بات ”مشترک معاشرہ“ کے سلسلہ

میں مولانا مودودی صاحب یہ فرمایا ہے کہ :-

”فاجرین اور صالحین کے ساتھ

بیک وقت تعلق نہیں رکھا

# خاتمہ

## مسئلہ فلسطین کے بارے میں مودودی صاحب کی پالیسی

دجالی قتنہ کے ہتھیصال اور غلبہ اسلام کی ایمان بڑھانے کی شہادت!

کے عنوان سے لکھا کہ:-

”بعض اصحاب پوچھتے ہیں کہ فلسطین کی سیاست میں امریکہ اور برطانیہ کی خود غرضی اور اسلام دشمنی کے نتائج آشکارا ہیں جماعت اسلامی نے اس معاملہ میں کبھی اپنی پالیسی کا اظہار کیوں نہیں کیا؟“

اس سوال کے جواب میں مودودی صاحب نے فرمایا کہ:-

”ہم وقتی مسائل کو اتنی اہمیت نہیں دیتے کہ اپنے اصل کام کو چھوڑ کر ان کے پیچھے پڑ جائیں“

پھر دنیا کے مسلمانوں کی اس مسئلہ کے سلسلہ میں تائید کرنے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ:-

”ہماری نزدیک اصل مسئلہ فلسطین یا ہندوستان یا ایران یا ترکی کا نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ کفر و اسلام کی کشمکش کا ہے اور“

مسئلہ فلسطین کے بارے میں ایک لمبے عرصہ سے مغربی طاقتیں یہودی سلطنت (اسرائیل)

کے لئے منصوبے بنا رہی تھیں اور یہودیوں نے رات دن اس ٹنگ و دو میں لگے ہوئے تھے کہ ہمیں فلسطین اور اس کے ممالک میں ایک وسیع اسرائیلی سلطنت قائم کرنے کا موقع مل جائے۔ انہوں نے اپنی اس مجوزہ سلطنت کا وہ نقشہ بھی شائع کر دیا تھا جسے اب گزشتہ ماہ مودودی صاحب نے ایک خاص مقصد کے لئے اپنے کتابچہ ”نعم نبوت“ کے ضمیمہ پر شائع کیا ہے۔

یہودیوں کے ان عزائم اور برطانیہ اور امریکہ کی یہودی سلطنت کے قیام کے لئے ان سازشوں سے عالم اسلام عرصہ دراز سے مضطرب و بے چین تھا۔ اس کے خلاف تمام مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ مگر جناب مودودی صاحب اور ان کی ”اسلامی جماعت“ اس بارے میں بالکل خاموش رہی۔ آخر ۱۹۴۷ء میں مودودی صاحب نے قضیہ فلسطین میں جماعت کا رویہ“

طرف سے ایک مسیح آنے والا ہے جو ان کو اس  
ذات سے نجات دلائے گا۔ ان پیشگوئیوں کی بنا پر  
یہودی ایک ایسے مسیح کی آمد کے متوقع تھے جو بادشاہ  
ہو۔ لڑکر ملک فتح کرے۔ لیکن جب حضرت مسیح ان کی  
توقعات کے خلاف آئے تو یہود نے انکار کر دیا۔  
اس ذکر کے بعد مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”اس وقت سے آج تک دنیا بھر کے

یہودی اس مسیح موعود (Promised)

Messiah کے منتظر ہیں۔ ان

کالٹ پیراں آنے والے دور کے

سہانے خوابوں سے بھرا پڑا ہے

تلمود اور ربیبوں کے ادبیات میں

اس کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اسکی نیالی

لذت کے سہائے صدیوں سے پھوی

بجا رہے ہیں اور یہ امید لئے بیٹھے ہیں

کہ یہ مسیح موعود ایک زبردست جنگی

دسیبھی لیڈر ہوگا جو دریائے نیل

سے دریائے فرات تک کا علاقہ جسے

یہودی اپنی میراث کا ملک سمجھتے ہیں نہیں

دائیں دلائے گا اور دنیا کے گوشے گوشے

سے یہودیوں کو لا کر اس ملک میں پھرے

جمع کر دے گا۔“ (ختم نبوت صفحہ ۵۵)

یہودی سلطنت خطرہ عظیم بن گئی ہے | ان سہائے  
خوابوں کو

حقیقت بنانے کے لئے یہودی کیا کچھ کر چکے ہیں ؟

ہم اپنا سارا وقت ساری قوت اور

ساری توجہ اسی مسئلے پر صرف کرنا

ضروری سمجھتے ہیں۔ جب تک مسئلہ

حل نہ ہوگا دوسرے مسائل کے حل

ہو جانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔“

(ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۶۱ء)

رسائل و مسائل ص ۵۲ و ۵۳)

مودودی صاحب آج تک اپنی اسی پالیسی پر عمل پیرا

رہے ہیں کہ فلسطین کا مسئلہ کوئی اصل مسئلہ نہیں۔ محض

اس کے حل ہو جانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا حالانکہ اسرائیلی

کے بیٹے پر بھی پندرہ برس گزر چکے تھے۔ مگر اب

رسالہ ”ختم نبوت“ لکھتے وقت (مارچ ۱۹۶۱ء میں)

یکایک ان کی توجہ اسرائیل کی طرف ہو گئی ہے اور

ان پر عجیب و غریب انکشافات ہوئے ہیں۔ پہلے

جو اصل کام نہ تھا وہ اب اصل کام نظر آنے لگ گیا

ہے اور پہلے جس کے حل ہو جانے سے کوئی فائدہ

متصور نہ تھا اب اسی میں سارا فائدہ دکھائی دے رہا

ہے بلکہ بقول مودودی صاحب اب دہ ہزار سال سے

آسمانوں پر بیٹھنے والے مسیح اسرائیلی کا اصل مقصد

یہی ہے کہ وہ اتر کر یہود سے یہ سلطنت چھین کر

مسلمانوں کے حوالے کر جائیں۔

اپنے مسیح موعود کے متعلق مودودی صاحب لکھتے

ہیں کہ یہودی قبائلیہ

یہود کے سہانے خواب کے وقت ایسا

ہی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینی شروع کی کہ خدا کی

مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

”فلسطین کے بڑے حصے مسلمان  
بے دخل کیے جائیں گے اور وہاں  
امرائیل کے نام سے ایک یہودی ریاست  
قائم کر دی گئی ہے۔ اس ریاست  
میں دنیا بھر کے یہودی کھج کھج کر چلے  
آ رہے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس  
نے اس کو ایک زبردست جنگی طاقت  
بنادیا ہے۔ یہود کا سرمائے کی بے پناہ  
امداد سے یہودی مساعداں اور ٹہریں  
قنون اس کو روز افزوں ترقی دیتے  
چلے جاتے ہیں اور اس کی یہ طاقت  
گرد و پیش کی مسلمان قوموں کے لئے  
ایک خطرہ عظیم بن گئی ہے۔“

(ختم نبوت ص ۵۹)

گویا فلسطین کے سب مسئلہ کو لاکھ تک مودودی صاحب  
ایسا ”دور نظر ماہر البیانات“ ”اہمیت“ دینے کیلئے  
تیار نہ تھا وہ آج عالم اسلام کے لئے ”خطرہ عظیم“  
بن چکا ہے۔ اور آج اس پر مودودی صاحب آسویا سو رہا ہے۔

مودودی صاحب کی مرعوبیت | اب مودودی صاحب  
اور سرمایہ سرمایہ اندازے | اس خطرہ عظیم کے  
بارے میں کیا محسوس ہو رہا ہے لکھتے ہیں:-

(۱) ”حالات کو دیکھتے ہوئے صفا محسوس  
ہوتا ہے کہ آئندہ کسی عالمگیر جنگ کی

ہڑ بونگ سے فائدہ اٹھا کر وہ (یہود)  
ان علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے  
اور ٹھیک اسی موقع پر وہ دجال الکر  
ان کا مسیح موعود بن کر اٹھے گا۔“ (ص ۵۹)

(۲) ”آخری بات جو ان احادیث سے  
اور بقرت دومری احادیث سے بھی  
معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جال  
بیس کے فتنہ عظیم کا استیصال کرنے  
حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام  
کو بھیجا جائے گا یہودیوں میں سے  
ہوگا اور اپنے آپ کو مسیح کی حیثیت  
سے پیش کرے گا۔“ (ص ۵۵)

(۳) ”اسی جال کا مقابلہ کرنے کے لئے  
اللہ تعالیٰ کسی مثیل مسیح کو نہیں بلکہ  
اس صلیح کو نازل فرمائے گا جسے  
دو ہزار برس پہلے یہودیوں نے ماننے  
سے انکار کر دیا تھا اور جسے وہ اپنی  
دانست میں صلیب پر پوٹھا کر ٹھکانے  
لگا چکے تھے۔ اس حقیقی مسیح کے نزول  
کی جگہ ہندوستان یا افریقہ یا  
امریکہ میں نہیں بلکہ دمشق میں ہوگی۔  
کیونکہ یہی مقام اس وقت عین  
محاذ جنگ پر ہوگا۔“ (ص ۶۱)

(۴) ”حضرت عیسیٰ ابن مریم معجزہ نازل  
ہوں گے اور نماز فجر کے بعد مسلمانوں

اپنا مندرجہ ذیل اعتراض وارد ہوتا ہے کہ :-  
حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دینا  
جس سے عقلی آزمائش و امتحان کا کوئی  
موقع باقی نہ رہے حکمت خداوندی کے  
خلاف ہے۔ (رسائل و مسائل ص ۷۷)

اگر وہ صورت پیدا ہو جائے جس کا مودودی صاحب نے  
ذکر کیا ہے تو عقلی آزمائش اور امتحان کا کونسا موقع ہے ؟  
دجال یہودی میں سے نہیں ہوگا | پھر یہ صورت حال  
قرآن مجید اور احادیث  
صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔ یہودی سے دجال اکبر کا ہونا  
احادیث سے ہرگز ثابت نہیں۔ مودودی صاحب خود  
”یہودی بچے“ کے دجال ہونے کی تردید کر چکے ہیں لکھتے ہیں :-

”ابن صیاد پر آپ کو مشبہ ہوا تھا کہ  
شاید وہی دجال ہو اور حضرت عمرؓ نے تو  
قسم بھی کھالی تھی کہ یہی دجال ہے مگر بعد  
میں وہ مسلمان ہوا۔ حرمین میں رہا۔ حالت  
اسلام میں مرا اور اس کی نمازینہ مسلمانوں  
نے پڑھی۔ اب اس کی کیا گنجائش باقی رہ  
گئی کہ آج تک ابن صیاد پر دجال ہونے  
کا شبہ کیا جاتا رہا۔“ (رسائل ص ۷۷)

اگر یوں ہے مودودی صاحب یہودی سے ابن صیاد کے  
کسی مشیل کو دجال قرار دینے پر مصر ہوں تو انہیں ابن مریم  
کے کسی مشیل کو مسیح موعود بھی ماننا پڑے گا۔ نبی پاک صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ  
سُورَةِ الْكَهْفِ عَصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ (صحیح مسلم

کو اس (دجال) کے مقابلے پر لیکر  
نکلے گا۔ ان کے حملے سے دجال  
پسپا ہو کر افین کی گھاٹی سے اسرائیل  
کی طرف پلٹے گا اور وہ اس کا  
تغاقب کریں گے۔ آخر کار لڑکے ہوئی  
اڈے پر پہنچ کر وہ ان کے ہاتھ سے  
مارا جائے گا۔ اس کے بعد یہودی  
پن تین کر قتل کے جائیں گے اور  
تحت یہود کا خاتمہ ہو جائے گا۔  
عیسائیت بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرف  
سے اظہارِ یقینت ہو جانے کے بعد  
ختم ہو جائے گی۔“ (ختم نبوت ص ۱۱۱)

مودودی صاحب کا تصور | تاریخین کرام !  
حکمت خداوندی کے خلاف ہے | یہودی سلطنت کا  
خطرہ عظیم ہونا

بلاشبہ حقیقت ہے مگر اس خطرہ کے مقابلہ اور ملت  
یہود و نصاریٰ کے خاتمہ کی جو آسان صورت بنام مودودی  
صاحب نے تجویز فرمائی ہے وہ یہود کے مندرجہ بالا شہر  
خوابوں کی ہی ایک شکل ہے۔ ”اسرائیل“ کی ظالمانہ سکیم  
کو ناکام بنانے کے لئے مسلمانوں کو زندہ عمل اور موثر ایمان  
کی ضرورت ہے۔ ایسا ضرور ہوگا مگر اس کے لئے قربانی  
اور ایثار لازمی ہے محض خیالی پلاؤ سے ایسے کام نہیں  
ہو سکتے۔

ان عبارات میں مودودی صاحب نے دجال اکبر  
کے بارے میں جو تصور دیا ہے اس پر مودودی صاحب کا



گائیں اور سات سات بالیں دکھائی گئیں مگر مراد سات سات سال کی سب گائیں اور سب بالیں تھیں۔

دجال کا خروج مشرق سے رہا | دجال کے خروج کیلئے  
ممالک مشرقیہ مقدسیہ

آنحضرتؐ نے خود فرمایا تھا کہ۔

”میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ہی ہوگا۔“

(رسائل و مسائل ص ۱۷۷)

فلسطین تو مدینہ سے شمال میں ہے وہاں کے کسی یہودی کو دجال قرار دینے میں کوئی شک نہیں ہے پس دجال عیسائیت کے فتنہ کے علمبردار لوگ یعنی یادری ہیں جنہوں نے ممالک مشرقیہ کو اپنا تھکا سمجھ کر وہاں سے ہی خروج کیا تھا۔ جب یہ سٹے ہو گیا کہ دجال یہودیوں سے نہیں بلکہ نصاریٰ میں سے ہے تو مودودی صاحب کی ماری سکیم غلط قرار پائی۔ یوں بھی یہ بات بڑے تعجب کی ہے کہ ایک طرف تو مسیح کے مانتوں سے جو یہ تک انسان مرے ہوں مگر دوسری طرف مسیح کے تعاقب کے باوجود ایک یہودی پتھر مشن سے دوڑتا ہوا مودودی صاحب کے نقشہ کے مطابق قریباً دو سو میل کے فاصلہ تک یعنی لڑنے ”ہوائی اڈے“ تک مسیح کے قابو میں نہ آئے۔ یہ بڑی متضاد ہی بات ہے سالانہ وہ یہودی پتھر پانی میں ٹنک کے پھیلنے کی طرح پھیل بھی رہا ہے۔ یا اللعجب!

حقیقت یہی ہے کہ قرآن و حدیث نے آنحضرتؐ نے نہ اس کا سب سے بڑا فتنہ عیسائیت کا فتنہ قرار دیا ہے۔ یا جو ج و اوج بھی ابھی نہ ہی قوموں کا حصہ میں مذہبی نقطہ نگاہ سے وہ دجال ہیں اور آگ و بھاپ سے کام لیکر دنیا پر غالب جانے کے لحاظ سے وہ یا جو ج و اوج ہیں۔ یہ تو میں آنحضرتؐ نے

بابت فضل سورۃ الکہف جلد ۱۲) کہ جو شخص سورۃ کہف کی شروع کی دس آیات بخور یاد کر لیا گودہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ دوسری روایت میں سورۃ کہف کی آخری دس آیات کا بھی ذکر ہے۔

سورۃ کہف کے شروع میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو خدا کا ميثا قرار دیتے اور اسکا تبلیغ کرتے ہیں اور قرآن مجید میں عیب اور کجی ثابت کر کے ان کو کشتن کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو ساری زندگی دنیا کے لئے خروج کر رہے ہیں اور انہیں اپنی عجیب ایجادات پر ناز ہے۔ بیماریا میں عیسائی پادریوں اور اسکے ماسٹر انوں پر نہیں ہیں نیز سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تکاد السموات يتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هذاه ان دعوا للرحمن ولداً کہ عیسائیوں کے خدا کے رحمن کا بیٹا ٹھہرانے سے آسمان پھٹ جائے زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے کے قریب ہیں۔ گویا یہ سب قسموں سے بڑا فتنہ ہے پس عیسائیت کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے اور مسیح موعود کے کاموں میں میکسر الصلیب کا امتیازی ذکر بھی بتا رہا ہے کہ اس زمانہ میں میں عیسوی مذہب کثرت سے پھیل چکا ہوگا۔

الغرض آیات و احادیث کی روشنی میں دجال یہودیوں میں سے نہیں بلکہ نصاریٰ میں سے ہے اور دجال فرد واحد نہیں بلکہ انبیت و اولیائت کا پردہ میگندہ کرنا والا گروہ دجال ہے پیشگوئیوں میں امتیازات ہوتے ہیں آئندہ کے واقعات میں روایا میں کبھی ایک چمڑیا ایک فرد دکھایا جاتا ہے مگر مراد کثرت یا گروہ ہوتا ہے۔ فرعون کے خواب میں سات سات

اسلام پر خاص یورش کرنے والی تھیں۔ یہی وہ فتنہ تھا جس سے ہزنی ڈراتا آیا ہے اور اسی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے تھے اور امت کو پناہ مانگنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اس فتنہ کا علاج صرف قرآنی دلائل اور آسمانی نشانات میں ہے۔ اسی لئے صحیح مسلم میں آیا ہے کہ اس مقابلہ کے وقت اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو وحر فرمائے گا کہ اپنی جماعت کو طور کی پناہ میں لے جاؤ یعنی آسمانی تجلیات کے ذریعہ یقین محکم پیدا کر کے دشمن کا مقابلہ کرو۔  
دوسری حدیث میں آیا ہے۔

”والقوة عليه يومئذ بالقرآن“

فان تناهه بلاء شديد -

کہ اس دجال کے مقابلہ کے لئے طاقت

قرآن مجید سے حاصل ہوگی کیونکہ دجال کا

نفس بہت سخت فتنہ ہے (کنز العمال جلد ۱۷ ص ۱۷۱)

یہ تین صدیوں کے اندر اقدم <sup>موردی صاحب کے</sup> کتابچے کی آخری سطر ہے  
غلبہ اسلام کی خوشخبری <sup>کہ ”مسیح موعود کے</sup>  
نام سے جو کاروبار ہندسے ملک میں پھیلا گیا ہے وہ ایک  
جھلسا زمی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔“ (ص ۱۳) اس کے  
جواب میں خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت کی طرف توجیہ دلاتے  
ہوئے صرف سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نہایت  
ایمان پروردگار ان درجہ کے اپنے مقابلہ کو ختم کرتے ہیں۔

وہ اعلان یہ ہے۔

”مسیح موعود کا آسمان سے اترنا جس

بھوٹا خیال ہے یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے

نہیں اتر گیا۔ ہمارے سب مخالفت جواب زندہ  
موجود ہیں وہ تمام مر رہیں گے اور کوئی ان میں سے  
بیٹے بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا  
اور پھر ان کی اولاد بویاقتی رہے گی وہ بھی مرے گی  
اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان  
سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی  
اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان  
سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے  
دونوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے

علیہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ  
میں آگئی مگر مریم کا بیٹا جیسے اب تک آسمان  
سے نہ اترتا۔ تب دانشمندیک دفعہ اس

عقیدہ سے بڑا ہوجائیں گے اور اچھی ٹھیسری

صدی کی کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا

انکار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی

سخت ناامید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ

کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب

ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک

تعمیراتی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے

وہ تعمیر ہو گیا اور اب وہ بڑھے گا اور

پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک

سکے۔“ (تذکرۃ الشہادین مطبوعہ ۱۹۶۲ء)

واخرد عواستان الحمد لله رب العالمین +

خاکسار

ابوالعطاء عجالذہری

۱۲ اپریل ۱۹۶۲ء

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

## پادری عبدالحق صاحب کا مناظرہ سی صریح فرار

پادری صاحب پر ہر پہلو سی اتمام حجت



قارئین الفرقان کو معلوم ہے کہ ہم نے عیسائیوں کے مشہور پادری عبدالحق صاحب کو دعوت دی تھی کہ وہ رسالہ ”مباحثہ مصر“ کے دلائل کا مہذبانہ جواب لکھیں۔ نیز الوہیت مسیح وغیرہ اختلافی مسائل پر تحریری سیر حاصل بحث کر لیں۔ پادری صاحب نے مباحثہ مصر کے دلائل کے جواب میں گالیوں کا ”ایک گلدستہ“ مرتب کر کے بھیج دیا مگر مباحثہ کا جواب لکھنے کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ ان گالیوں کی فہرست اور ہمارا جواب الفرقان دسمبر ۶۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ ہم نے پادری صاحب کو آٹھ مضامین پر تحریری مناظرہ کے لئے دعوت دی جن میں سے چار میں پادری صاحب مدعی ہیں اور چار میں ہم مدعی ہیں۔ اس سلسلہ میں میری چٹھی مورخہ ۲۷ جنوری ۶۲ء مطبوعہ الفرقان فروری ۶۲ء پر پادری صاحب بالکل خاموش ہو گئے۔ میں نے آخری یاد دہانی ۲۸ مارچ ۶۲ء کو کرائی۔

پادری صاحب نے ۶ اپریل ۶۲ء کو لاہور سے مجھے خط لکھا کہ فوراً لاہور پہنچ کر شرائط مناظرہ کا زبانی تصفیہ کر لیں۔ میں اور اخویم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل ۱۱ اپریل کو لاہور پہنچ گئے اور مقررہ وقت پر گیارہ بجے دن اخویم شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ لاہور، جناب چودھری منور لطف اللہ خان صاحب ایڈوکیٹ اور عزیز بشیر الدین احمد صاحب کو ساتھ لیکر پادری صاحب کے گھر پر حاضر ہو گئے جہاں تین چار عیسائی موجود تھے پادری صاحب سے پہلے زبانی طور پر گفتگو شروع ہوئی۔ یہ طے ہو گیا کہ فریقین کے چار چار مسائل یعنی کل آٹھ مسائل پر مناظرہ ہو گا۔ جب مضامین کی ترتیب کا سوال شروع ہوا تو پادری صاحب بگڑ گئے۔ کہنے لگے کہ الوہیت مسیح پر پہلے مناظرہ نہیں ہو سکتا۔ ہم پہلے تثلیث پر مناظرہ کریں گے۔ میں بھانپ گیا کہ اب گریز کی راہ تلاش کی جا رہی ہے میں نے کہا کہ بہتر ہو گا۔ کہ اس بارے میں تحریرات کا تبادلہ ہو۔ تاکہ ریکارڈ محفوظ ہو سکے اور پتہ لگ سکے کہ کونسا فریق فرار کر رہا ہے۔

تحریرات شروع ہوئیں پادری صاحب نے بے درپے تحریری طور پر بھی اصرار کیا کہ میں الوہیت مسیح پر پہلے مناظرہ نہیں کرونگا۔ اس پر میں نے انہیں لکھ دیا کہ بہت اچھا۔ ہمیں یہ منظور ہے آپ کو اختیار ہے کہ تثلیث پر ہی پہلے مناظرہ کر لیں۔ آپ اپنے مضامین کی خود ترتیب مقرر کر لیں۔ ہمیں اعتراض نہ ہو گا۔

اس مرحلہ پر پادری صاحب کے حواس بجا نہ رہے۔ انہوں نے لکھا کہ پہلے تین ”غیر جانبدار علماء، مقرر کئے جائیں اگر وہ آپ کی تائید کریں تو میں تسلیم کر لوں گا۔ اس تحریر کو سن کر موجود الوقت عیسائی صاحبان بھی حیرت زدہ تھے۔ میں نے بار بار لکھ کر دیا کہ جب ترتیب مضامین کے نزاع میں ہم نے آپ کو اختیار دے دیا ہے کہ آپ جو ترتیب چاہیں اختیار کر لیں۔ اور اسکے علاوہ ابھی تک کسی بات میں اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ تو پھر ”غیر جانبدار علماء،“ کس لئے ہونگے۔ وہ کس بات کا فیصلہ کریں گے؟ مگر پادری صاحب بلا سوچے سمجھے اپنی بات پر ضد کرتے رہے۔ آخر کار میں نے لکھا کہ آپ ایک تو وہ بات معین کریں جس پر غیر جانبدار علماء سے فیصلہ کرانا مطلوب ہے دوسرے ان علماء کے نام لکھیں۔ اس پر پادری صاحب کے حواس کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے جو تحریر دی۔ اس میں امر متنازع فیہ برائے تصفیہ کا ذکر کئے بغیر لکھ دیا کہ :-

”مولوی ابوالعطاء صاحب! آپ ہی تین غیر جانبدار علماء کا جو لاہور میں موجود

ہیں نام لکھ دیں،“

اس پر میں نے انہیں جواب دیا کہ :-

”پہلے آپ وہ بات تو بتاتے جس کے لئے غیر جانبدار علماء کی ثالثی کی ضرورت

تھی؟ پھر مزید تعجب یہ ہے کہ تجویز خود پیش کریں اور نام مجھ

سے لکھوائیں،“

اس پر زبانی گفتگو اور خط و کتابت ختم ہو چکی ہے۔ تحریریں محفوظ ہیں اور حالات قارئین کے سامنے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء سے لیکر اپریل ۱۹۶۲ء تک جو خط و کتابت دعوت مناظرہ کے بارے میں پادری صاحب اور میرے درمیان ہوئی ہے۔ ہم اسے عیسائیوں پر ایک اور اتمام حجت کے طور پر، انشاء اللہ، الفرقان کے آئندہ قریبی شمارہ میں مکمل طور پر شائع کر رہے ہیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ابوالعطاء جالندھری ۱۵ اپریل ۱۹۶۲ء

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں چھپا۔